ران سیریز
مظہر کلیم
ایم اے

بھی پروا نہیں کرتا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے تجربے، صلاحیتوں اور کارکردگی کی بنا پر عام طور پر جسمانی تکلیفوں سے بچا رہتا ہے لیکن بہرحال وہ انسان ہے اور اس کے مقابلے پر آنے والے بھی عام لوگ نہیں ہوتے اور بزرگ کہتے ہیں کہ بڑے مقصد کے حصول کے لئے چھوٹی چھوٹی قربانیاں تو بہرحال دینی پڑتی ہیں۔ امید ہے اب وضاحت ہو گئی ہو گی اور آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

بری امام اسلام آباد سے سید عامر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "آپ کے ناول باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اور مجھے آپ کی تحریریں بےحد پسند ہیں۔ خاص طور پر جوزف میرا پسندیدہ کردار ہے لیکن آپ سے شکایت ہے کہ آپ نے جوزف کو صرف رانا ہاؤس کی چوکیداری تک محدود کر دیا ہے۔ برائے کرم جوزف کو ہر مشن میں شامل رکھا کریں تاکہ اس کی صلاحیتوں سے پاکیشیا سیکرٹ سروس بھی استفادہ کر سکے"۔

محترم سید عامر علی شاہ صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بےحد شکریہ۔ جہاں تک آپ کی یہ فرمائش کہ جوزف کو سیکرٹ سروس کے ہر مشن میں شامل کیا جائے خاصی دشوار طلب ہے کیونکہ جوزف کی مخصوص صلاحیتیں مخصوص ماحول میں ہی سامنے آ سکتی ہیں اور جس کہانی میں ایسا ماحول سامنے آ جائے اس میں بہرحال جوزف خود بخود کام کرتا بھی نظر آ جاتا ہے۔

اب اجازت دیجئے

آپ کا مخلص
مظہر کلیم ایم اے

عمران صوفے پر اکڑوں بیٹھا اخبار پڑھنے میں مشغول تھا۔ سامنے میز پر چائے کے برتن اور ناشتے کا سامان سجا ہوا تھا۔ عمران کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا اور وہ یوں اخبار پڑھ رہا تھا جیسے اگر اخبار کی ایک سطر بھی پڑھنے سے رہ گئی تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ سلیمان دوبارہ چائے گرم کر کے رکھ گیا تھا اور اب تیسری بار پھر چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"صاحب۔ اگر آپ نے ناشتہ نہیں کرنا تو برتن لے جاؤں"۔ سلیمان نے ایک بار پھر اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ اس کے تیور بگڑے ہوئے تھے مگر اس نے اپنے آپ پر ممکنہ حد تک کنٹرول کر رکھا تھا۔

"ہاں ہاں۔ لے جاؤ"۔۔۔۔ عمران نے اخبار سے نظریں ہٹائے بغیر ہی کہہ دیا اور سلیمان نے برتن سمیٹنے شروع کر دیئے۔ برتن اٹھا کر

جیسے ہی وہ مڑا عمران نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر حیرت سے سلیمان کو دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا۔ کیوں برتن لے جا رہے ہو"۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ برتن لے جاؤ"۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"اچھا اچھا اگر میں نے کہا ہے تو ٹھیک ہے۔ لے جاؤ مگر ناشتہ"۔ عمران نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ تو آپ نے نہیں کرنا"۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"کیوں نہیں کرنا۔ کیا میں نے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ آخر میں کماتا کس لئے ہوں۔ کیا یہ ساری مصیبتیں اس لئے بھگتتا ہوں کہ تمہیں کھلاتا رہوں خود کچھ نہ کھاؤں"۔۔۔۔ عمران نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"مجھ پر بگڑنے سے کیا فائدہ۔ آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ برتن لے جاؤ۔ اب میں لئے جا رہا ہوں تو بگڑ رہے ہیں"۔۔۔۔ سلیمان نے بھی قدرے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"مگر میں نے برتن لے جانے کے لئے کہا ہے۔ ناشتہ لے جانے کے لئے تو نہیں کہا۔ ناشتہ میز پر رکھ دو اور برتن بے شک لے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور دوبارہ اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

"مگر اب چائے دوبارہ گرم نہیں ہو سکے گی۔ اس کا خیال رکھیں"۔ سلیمان نے برتن دوبارہ میز پر رکھتے ہوئے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے مسکراتے ہوئے اخبار ایک طرف رکھا اور چائے بنانے لگا۔ چائے بالکل یخ ہو گئی تھی۔ عمران نے چائے کا ایک گھونٹ بھرا اور پھر برا سا منہ بناتے ہوئے پیالی دوبارہ میز پر رکھ دی۔

"سلیمان۔ ارے بھائی سلیمان"۔۔۔۔ عمران نے زور سے ہانک لگائی۔

"جی صاحب"۔۔۔۔ سلیمان نے دروازے سے سر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"بھائی سلیمان۔ یہ بتاؤ کہ شربت روح افزا کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"خصوصیات کیا ہوتی ہیں۔ میٹھا ہوتا ہے۔ ٹھنڈا ہوتا ہے اور بس"۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"اور چائے کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں۔ بھائی سلیمان"۔ عمران نے پوچھا۔ جیسے اس کا انٹرویو لے رہا ہو۔

"چائے میٹھی ہوتی ہے اور گرم ہوتی ہے"۔۔۔۔ سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"تو بھائی میں شربت روح افزا سے ناشتہ کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اسے تم پی جاؤ اور میرے لئے چائے لے آؤ"۔۔۔۔ عمران نے بھی

"معاف کرنا جناب یہاں عمران بیٹا نہیں رہتا۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ضرور رہتا ہے۔ رانگ نمبر"۔۔۔۔ عمران نے حسب عادت پٹڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی اچھا۔ مسٹر علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) صاحب کیا تم نے آج کا اخبار دیکھا ہے"۔۔۔۔ سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی ضرور دیکھا ہے اور اس دیکھنے کی پاداش میں ابھی ابھی سلیمان کو دس ہزار روپے ادا کرنے پڑ گئے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"دس ہزار روپے اخبار دیکھنے کے۔ کیا مطلب میں سمجھا نہیں"۔ سرسلطان کے لہجے میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

"آپ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک آپ سلیمان کو اپنا باورچی نہ بنا لیں۔ اخبار دیکھنے میں چائے تین بار ٹھنڈی ہوئی اور ہرجانہ مبلغ دس ہزار روپے بھرنے کے بعد شربت روح افزا کی بجائے چائے پینی نصیب ہوئی ہے"۔۔۔۔ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر سرسلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

"خوب۔ اچھا ہرجانہ ہے۔ بھئی ایسا باورچی تمہیں ہی مبارک ہو مجھ سے اتنا ہرجانہ نہ بھرا جا سکے گا۔ اچھا اخبار میں شکر گڑھ کے متعلق خبر دیکھی ہے تم نے"۔۔۔۔ سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شکر گڑھ۔ کیوں کیا ہوا۔ کیا وہاں شکر کی قلت پیدا ہو گئی ہے"۔

عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر تم نے اخبار نہیں دیکھا۔ خواہ مخواہ ہی ہرجانہ بھر دیا۔ آج تو شکر گڑھ کے متعلق شہہ سرخی لگی ہوئی ہے"۔۔۔۔ سرسلطان نے کہا۔

"مجھے کیا پڑی ہے کہ میں شکر گڑھ کی خبریں پڑھ کر ہرجانہ بھروں۔ میں تو ضرورت رشتہ کے اشتہارات دیکھ رہا تھا۔ ایک اشتہار مجھے پسند آیا ہے محترمہ آنکھوں سے اندھی ہیں۔ ظاہر ہے اس طرح میری بدصورتی اس سے چھپی رہے گی۔ کانوں سے بہری ہیں اس طرح میں جو سنہرے وعدے کروں گا وہ اسے سنائی ہی نہیں دیں گے اس لئے وہ مجھے بعد میں یاد نہ دلا سکے گی۔ زبان سے گونگی ہیں۔ فرمائشوں سے جان چھوٹی۔ ٹانگوں سے لنگڑی ہیں۔ کلب' سینما اور شاپنگ پر جانے سے رہی۔ عمر پچاس سال سے اوپر ہے ظاہر ہے دختہ عقل ہو گی۔ سیمنٹ کی بچت ہو جائے گی۔ آج کل ویسے بھی شہر میں سیمنٹ کی قلت ہے اس لئے پختہ مکان کے ساتھ ساتھ پختہ عقل کی بیوی بھی ایک نعمت ہے"۔۔۔۔ عمران نے اشتہار میں دی گئی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"عمران بیٹے میں بیحد سنجیدہ ہوں۔ تم پہلے وہ خبر پڑھو۔ دو ہزار افراد ہلاک ہو چکے ہیں"۔۔۔۔ سرسلطان نے اپنے لہجے کو انتہائی سنجیدہ بناتے ہوئے کہا کیونکہ انہیں تو معلوم تھا کہ عمران کی باتوں کا چرخہ اسی طرح چلتا رہے گا۔

"دو ہزار افراد۔ اس اندھے' کانے' بہرے اور لنگڑے رشتے کے لئے۔ خدا کی پناہ۔ میں باز آیا ایسے رشتے سے"۔۔۔۔ عمران نے رسیور چھوڑ کر دونوں کان پکڑ لئے اور رسیور ایک دھماکے سے میز پر گر گیا۔

"ارے ارے یہ رسیور بھی ڈر کے مارے گر پڑا ہے۔ ٹھیک ہے جناب آپ کی مہربانی آپ نے بروقت مجھے مطلع کر دیا ورنہ میں ابھی درخواست بھیجنے والا تھا"۔۔۔۔ عمران نے دوبارہ رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم اس وقت سنجیدہ نہیں ہو۔ میں تھوڑی دیر بعد فون کروں گا۔ تم اس دوران خبر دیکھ لو۔ صدر مملکت نے اس بارے میں میٹنگ طلب کی ہے اور تمہیں بحیثیت ایکسٹو اس میں شامل ہونا ہو گا"۔ سرسلطان نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔

"صدر مملکت نے میٹنگ طلب کر لی ہے"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر رسیور رکھ کر اس نے دوبارہ اخبار اٹھا لیا۔ واقعی اس نے یہ خبر نہیں پڑھی تھی اور پھر اس کی نظریں اخبار کی شہہ سرخی پر جم گئیں۔ "شکر گڑھ میں دو ہزار افراد کی پراسرار موت"۔۔۔۔ پوری بستی تباہ ہو گئی ایک جاندار بھی زندہ نہیں بچا۔ یہ سرخیاں تھیں اور پھر عمران کی نظریں تیزی سے خبر پر پھیلتی چلی گئیں۔ تفصیل کے مطابق شکر گڑھ ایک سرحدی بستی ہے جہاں دو ہزار کے قریب افراد بستے تھے رات کو وہ سب افراد صحیح سلامت سوئے

مگر صبح بستی کے افراد بچوں' بوڑھوں' عورتوں اور مردوں سمیت ہلاک پائے گئے۔ بستی میں موجود سینکڑوں مویشی بھی ہلاک ہو گئے۔ بستی کے کچے پکے مکان زمین بوس ہو گئے۔ ارد گرد کے تمام درخت بھی گر چکے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے رات کو کسی وقت اس بستی پر طاقتور بم مارا گیا ہو یا پھر زبردست زلزلے سے یہ تباہی ہوئی ہو مگر محکمہ موسمیات اور محکمہ دفاع کے مطابق نہ ہی وہاں کوئی بم بلاسٹ ہوا اور نہ ہی زلزلہ یا طوفان آیا ہے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ تمام جانداروں کے کانوں سے خون نکلنے کی علامات دیکھی گئی ہیں۔ خبر میں تفصیل تو بہت زیادہ تھی مگر عمران کے مطلب کی یہی چند پوائنٹ تھے۔ مردہ افراد اور گرے ہوئے مکانوں کے فوٹو بھی موجود تھے۔ عمران نے ایک بار پھر یہ حیرت انگیز خبر پڑھی اور بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اسے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ نہ زلزلہ آیا نہ بم پھٹا نہ طوفان آیا۔ پھر یہ بستی کیسے تباہ ہو گئی۔ یہ سب لوگ یکایک کیسے ہلاک ہو گئے اور پھر انسان تو ایک طرف مویشی بھی ایک زندہ نہیں بچا۔ آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ عمران سمجھ گیا کہ سرسلطان کا فون ہو گا۔

"یس عمران سپیکنگ"۔۔۔۔ اس بار عمران درحقیقت سنجیدہ تھا۔

"خبر پڑھ لی"۔۔۔۔ دوسری طرف سے سرسلطان نے پوچھا۔

"ہاں جناب پڑھ لی ہے۔ مگر یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ اپنے آپ تو

سب کچھ ہونا ناممکن ہے۔ ضرور کوئی تخریبی کارروائی ہوئی ہے"۔ عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ماہرین نے وہاں مکمل تحقیقات کی ہے۔ ان کی رپورٹ کے مطابق کسی قسم کی تخریبی کارروائی کے کوئی آثار نہیں ہیں اور نہ ہی کسی کو علم ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے"۔۔۔۔ سرسلطان نے بھی انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"حیرت انگیز بات ہے کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ اسرافیل فرشتے سے غلطی ہو گئی ہو اور اس نے اس بستی پر صور پھونک دیا ہو"۔ عمران نے کہا اور اچانک اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"مذاق مت کرو عمران یہ بیحد سنجیدہ معاملہ ہے۔ دو ہزار افراد کی ہلاکت کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ صدر مملکت نے سہ پہر کو اس سلسلے میں ایک ہنگامی میٹنگ کال کی ہے۔ میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے موقعہ پر جا رہا ہوں میرے خیال میں تم بھی چلو تو زیادہ بہتر رہے گا"۔۔۔۔ سرسلطان نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ مگر ٹھہریئے۔ شاید غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ کاش میں سلیمان کو دس ہزار روپے نہ دیتا تو دو ہزار افراد نہ مرتے۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ پانچ روپے فی آدمی کا بھاؤ چل رہا ہے آج کل"۔۔۔۔ عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی سے اتر گیا۔

"تم تیار ہو کر میری کوٹھی پر آ جاؤ میں تمہارا منتظر ہوں"۔ سرسلطان نے عمران کو موضوع سے بھٹکتے دیکھ کر جلدی سے کہا اور

اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔ عمران نے بھی رسیور رکھا اور چند لمحے سوچنے کے بعد وہ اٹھ کر لباس تبدیل کرنے کے لئے ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

بین الاقوامی سرحد سے تھوڑی دور ایک چھوٹی سی عمارت کے گرد اس وقت زبردست فوجی پہرہ تھا۔ ملٹری کے مسلح سپاہیوں نے عمارت کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ عمارت مکمل تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ عمارت کے گیٹ پر دو سپاہی ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے چوکنے کھڑے ہوئے تھے کہ دور سے ایک کار کا ہیولا سا نظر آیا۔ کار کی بتیاں بجھی ہوئی تھی اور وہ آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی عمارت کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی۔ کار کو دیکھ کر سپاہی اور بھی زیادہ چوکنا اور مستعد ہو گئے اور انہوں نے مشین گنیں ہاتھوں میں لے لیں۔ کار آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گیٹ کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ کار کی چھوٹی بتیاں تین بار مخصوص انداز میں جلیں اور پھر بجھ گئیں۔ ایک سپاہی تیزی سے کار کی طرف بڑھا اس نے جیب سے ایک طاقتور ٹارچ نکال کر روشن کی اور کار میں موجود افراد کے چہروں پر لائٹ ڈالنی شروع کر

دی۔ کار کی اگلی سیٹ پر دو فوجی افسر موجود تھے جبکہ پچھلی نشست پر بھی دو فوجی افسروں کے درمیان ایک گنجے سر اور طوطے کی ناک والا بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ایک فرد کا چہرہ دیکھنے کے بعد سپاہی نے ٹارچ بجھا دی۔

"کوڈ" ——— سپاہی نے ٹارچ جیب میں ڈالتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

"آپریشن شکر گڑھ" ——— ڈرائیور نے گھمبیر لہجے میں جواب دیا۔

"کوڈ غلط ہے صحیح کوڈ بتاؤ ورنہ ابھی فائر کھول دیا جائے گا"۔ سپاہی نے پہلے سے زیادہ تلخ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا رخ ڈرائیور کی طرف کر دیا۔

"آپریشن شکر گڑھ صحیح کوڈ ہے۔ راستہ چھوڑ دو" ——— ڈرائیور نے جواب دیا۔

"او کے سر" ——— سپاہی نے اس بار مودبانہ لہجے میں جواب دیا اور سیلوٹ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔ کار رینگتی ہوئی آگے بڑھی اور پھر عمارت کے پورچ میں جا کر رک گئی۔ عمارت کے اندر موجود سپاہیوں نے سیلوٹ مارا اور مختلف سمتوں سے سپاہیوں نے آگے بڑھ کر کار کے دروازے کھول دیئے۔ کار میں موجود تمام افراد باہر آ گئے۔ ڈرائیور باہر نکل کر تیزی سے کار کی ڈگی کی طرف آیا۔ اس نے ڈگی کھولی اور اس میں سے ایک بڑی سی مشین جس پر چمڑے کا غلاف چڑھا ہوا تھا باہر نکالی۔ دو سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے مشین سنبھال لی اور پھر

وہ سب عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہوئے گئے۔ کمرے کے اندر روشنی تھی البتہ کھڑکیوں اور دروازوں پر سیاہ رنگ کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ سب مختلف کمروں سے ہوتے ہوئے عمارت کی پچھلی طرف برآمدے میں آ گئے جہاں چھت پر جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ کار سے اترنے والے سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر گئے۔ یہاں پہلے سے دس بارہ مسلح افراد موجود تھے اور ایک ٹرالی چھت پر موجود تھی۔ سپاہیوں نے مشین اس ٹرالی کے قریب جا کر رکھ دی گنجے آدمی نے جو سادہ لباس میں تھا مشین پر سے چمڑے کا غلاف اتار اور پھر سپاہیوں کو مشین اٹھانے کے لئے کہا۔ سپاہیوں نے مشین اوپر اٹھائی اور پھر گنجے نے مشین کا نچلا حصہ ٹرالی کے اوپر فٹ کر دیا۔ اب مشین ٹرالی میں فٹ ہو چکی تھی۔ کار سے اترنے والے باقی افسر مودبانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ گنجے نے مشین کا ہینڈل دبا کر مشین کو اوپر نیچے کیا اور پھر ایک مخصوص زاویے پر اسے روک کر اس نے مشین کا بٹن دبا دیا۔ مشین پر موجود مختلف ڈائل روشن ہو گئے اور ان پر موجود سوئیاں تیزی سے حرکت کرنے لگیں۔ گنجا آدمی ان ڈائلوں کو دیکھ کر ایک بار پھر مشین کو سیٹ کرنے لگا اور پھر اس نے ایک مخصوص زاویے پر مشین کو فٹ کر کے اس کا ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی مشین پر موجود ایک بڑا سا ڈائل روشن ہو گیا۔ اس پر سرخ رنگ کی سوئی موجود تھی اور ایک نیم دائرے کی شکل میں نمبر موجود تھے۔

"کیا خیال ہے آپریشن شروع کیا جائے"۔۔۔۔ گنجے نے پیچھے کھڑے ہوئے ایک افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر"۔۔۔۔ افسر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"او کے"۔۔۔۔ گنجے نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر مشین پر موجود ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی مشین میں زبردست گونج کی آواز پیدا ہوئی اور بڑے ڈائل پر موجود سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے حرکت کرنے لگی۔ جب سوئی ایک مخصوص ہندسے پر پہنچی تو گنجے نے جس کی نگاہیں سوئی پر جمی ہوئی تھیں تیزی سے مشین کی سائیڈ پر لگے ہوئے ایک ہینڈل کو نیچے کر دیا۔ ہینڈل کے نیچے ہونے سے گونج یکدم ختم ہو گئی اور سوئی تیزی سے واپس زیرو پر آ گئی۔ اس کے ساتھ ہی گنجے نے مشین کے بٹن تیزی سے آف کرنے شروع کر دیئے اور مشین کے تمام ڈائل تاریک ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی گنجے نے ایک طویل سانس لی اور پھر پیچھے کھڑے افسر سے مخاطب ہو گیا۔

"آپریشن مکمل ہو گیا ہے۔ شکر گڑھ پر قیامت ٹوٹ چکی ہے"۔۔۔۔ گنجے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ حیرت انگیز۔ اگر واقعی ایسا ہو چکا ہے تو یقین جانیئے پروفیسر آپ نے اپنے ملک کو ناقابل تسخیر بنا دیا ہے"۔۔۔۔ افسر نے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور سپاہیوں نے مشین پر غلاف چڑھایا اور پھر مشین کو ٹرالی سے نیچے اتار کر سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

"آیئے پروفیسر۔ صبح تک شکر گڑھ کی مکمل رپورٹ مل جائے گی"۔۔۔۔۔ افسر نے مودبانہ لہجے میں گنجے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں چلیئے صبح اس کی مکمل رپورٹ مجھے مل جانی چاہئے۔ میں نے اس سلسلے میں وزیراعظم کو رپورٹ کرنی ہے"۔۔۔۔۔ پروفیسر نے کہا اور پھر وہ افسروں کے ساتھ سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ مشین کار کی ڈگی میں رکھ دی گئی تھی۔ پروفیسر کار میں سوار ہو گیا اور کار جس طرح اندھیرے میں رینگتی ہوئی آئی تھی اسی طرح واپس چلی گئی۔ چاروں طرف مکمل سکوت چھایا ہوا گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے کائنات نے سانس لینا بند کر دیا ہو مگر وہاں سے دس بارہ میل دور شکر گڑھ پر خوفناک قیامت ٹوٹ چکی تھی۔ دو ہزار افراد ایک لمحے میں لقمہ اجل بن چکے تھے۔

ہیلی کاپٹر کے زمین پر اترتے ہی مسلح سپاہیوں نے اسے گھیر لیا۔ پھر جب ہیلی کاپٹر سے سرسلطان اور عمران باہر آئے تو کئی اعلیٰ افسران سرسلطان کی طرف لپکے۔ انہوں نے سرسلطان کو گھیرے میں لے لیا۔ عمران کی طرف کسی نے توجہ نہ دی اور عمران خاموشی سے ایک طرف کھسک گیا۔ ہر طرف مسلح سپاہی اور فوجی بکھرے ہوئے تھے۔ مکانوں کا ملبہ ہٹا ہٹا کر ان میں سے لاشیں نکالی جا رہی تھیں اور برآمد ہونے والی لاشیں ایک میدان میں رکھ کر ان پر سرخ کمبل ڈالے جا رہے تھے۔ عمران اتنی ہولناک تباہی دیکھ کر ایک لمحے کے لئے لرز گیا۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ تباہی اتنی شدید ہو گی چونکہ سپاہیوں نے اسے ہیلی کاپٹر سے اترتے دیکھ لیا تھا اس لئے اسے کسی نے نہ روکا عمران ملبے کے اندر گھس کر ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے تمام مکانوں کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا ہو۔

اس نے ایک لاش سے کمبل ہٹایا اور اسے جھک کر غور سے دیکھنے لگا۔ یہ ایک معصوم بچے کی لاش تھی جس کے چہرے پر ابھی بھی مسکراہٹ موجود تھی مگر اس کے دل کی حرکت رک گئی تھی۔ اس بچے پر ملبے میں دبنے کے کوئی آثار نہ تھے۔ بچے کے دونوں کانوں سے خون کی چند بوندیں رس کر باہر آگئی تھیں۔ عمران کافی دیر تک غور سے لاش کو دیکھتا رہا پھر ایک طویل سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پورے علاقے کا راؤنڈ لگا کر عمران اس طرف آگیا جہاں سر سلطان افسروں کے قریب کھڑے تھے۔ افسران اس حادثے کے بارے میں اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ عمران خاموشی سے ان کے قریب آکر رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری سوچ و بچار کے آثار نمایاں تھے۔

"اس کی مکمل رپورٹ شام سے پہلے پہلے میرے پاس پہنچ جانی چاہئے تاکہ صدر مملکت کو تفصیل سے اس حادثے کے بارے میں بتایا جاسکے"۔۔۔ سر سلطان نے ایک فوجی افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر جناب"۔۔۔ افسر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"واپس چلیں"۔۔۔ سر سلطان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں"۔۔۔ عمران نے مختصر سا جواب دیا اور سر سلطان مڑ کر ہیلی کاپٹر کی طرف چل پڑے۔ عمران ان کے پیچھے تھا۔ چند لمحوں بعد ان کا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔

"بہت ہولناک حادثہ ہے"۔۔۔ سر سلطان نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ مجرموں نے زبردست درندگی کا ثبوت دیا ہے"۔ عمران نے بھی انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"مجرموں نے۔ کیا مطلب۔ کیا انہیں قتل کیا گیا ہے"۔ سر سلطان نے چونک کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ ایک باقاعدہ سازش کے تحت اور میں مجرموں سے اس کا ایسا انتقام لوں گا کہ ان کی آنے والی نسلیں صدیوں تک پناہ مانگتی رہیں گی"۔۔۔ عمران کے لہجے میں بھرپور انتقام کروٹیں لے رہا تھا۔

"اس بستی پر کوئی نئی سائنسی ایجاد آزمائی گئی ہے۔ ایسی ایجاد جو انتہائی خوفناک ہے اور جہاں تک میرا آئیڈیا ہے اس سازش کا منبع سرحد پار کا علاقہ ہے۔ آپ نے شاید محسوس نہیں کیا کہ تمام مکان اور درخت ایسے رخ پر گرے ہیں جیسے سرحد کی طرف سے انہیں دھکا دیا گیا ہو"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ اب مجھے خیال آ رہا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ تمام افراد ملبے میں دب کر ہلاک ہوئے ہیں"۔ سر سلطان نے کہا۔

"نہیں۔ یہی تو حیرت انگیز بات ہے کہ ملبے میں دبنے سے زیادہ افراد کی موت واقع نہیں ہوئی۔ میں نے ایک بچے کی لاش دیکھی ہے جس پر ملبے میں دبنے کے آثار نہیں ہیں اور پھر ملبے میں دبنے کے بعد ایک وقت تمام افراد ہلاک نہیں ہو سکتے۔ کچھ ہلاک ہو جاتے کچھ زخمی ہو جاتے"۔۔۔ عمران نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ بہرحال رپورٹ آنے کے بعد ہی صحیح پتہ چلے گا"۔۔۔۔ سر سلطان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس دوران ہیلی کاپٹر سر سلطان کی کوٹھی کے لان میں اتر گیا۔

"اب مجھے اجازت دیجئے میں اس سلسلے میں اپنے طور پر کچھ تحقیق کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے مگر پانچ بجے صدر مملکت کی میٹنگ میں پہنچ جانا۔ بطور ایکسٹو"۔۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

"ٹھیک ہے پہنچ جاؤں گا"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے پورچ میں کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری سے سڑکوں پر بھاگتی چلی جا رہی تھی اس کا رخ دانش منزل کی طرف تھا۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ شکر گڑھ کی ہولناک تباہی ابھی تک اس کے ذہن پر سوار تھی۔ دانش منزل کے گیٹ پر اس نے کار روکی اور پھر اتر کر گیٹ پر موجود مخصوص بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھلتا چلا گیا۔ عمران کار اندر لے گیا اور پھر کار کو پورچ میں روک کر وہ سیدھا آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

"عمران صاحب صدر مملکت نے شام پانچ بجے ہنگامی میٹنگ طلب کی ہے۔ شکر گڑھ کی ہولناک تباہی کے سلسلے میں"۔۔۔۔ آپریشن روم میں موجود بلیک زیرو نے عمران کے اندر داخل ہوتے ہی اسے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ میں شکر گڑھ سے ہی آ رہا ہوں"۔۔۔۔ عمران

نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا ہوا وہاں۔ کیا کوئی طاقتور بم مارا گیا ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"نہیں۔ ایسے کوئی آثار وہاں موجود نہیں ہیں۔ کچھ اور ہی ہوا ہے۔ اور کیا ہوا ہے اس سلسلے میں معلوم کرنا پڑے گا"۔۔۔۔ عمران نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر موجود ٹرانسمیٹر پر ایک فریکونسی ایڈ جسٹ کرنی شروع کر دی۔ فریکونسی ایڈ جسٹ کرنے کے بعد اس نے اسے آن کر دیا۔

"ناٹران سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایکسٹو۔ اوور"۔۔۔۔ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"یس سر۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے لہجہ مزید مودبانہ ہو گیا۔

"شکر گڑھ کے قریب سرحدی پٹی پر کوئی خلاف معمول حرکت کی رپورٹ تو تمہارے سامنے نہیں آئی۔ اوور"۔۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"نو سر۔ ابھی تک تو کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"شکر گڑھ کی سرحدی پٹی پر تمہارے کتنے ایجنٹ موجود ہیں۔

اوور"۔ عمران نے سوال کیا۔

"وہاں دو ایجنٹ کام کر رہے ہیں سر۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"انہیں کنٹکٹ کرو اور گذشتہ رات وہاں ہونے والی کوئی خلاف معمول حرکت کی تفصیلی رپورٹ حاصل کرو۔ اوور"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"یس سر۔ لیکن کس سلسلے میں سر اگر مجھے تفصیل معلوم ہو جائے تو میں زیادہ تفصیلی رپورٹ حاصل کر سکتا ہوں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"گذشتہ رات شکر گڑھ کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ دو ہزار افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ پوری بستی تباہ ہو چکی ہے اور خیال ہے کہ ایسا سرحدی پٹی کی دوسری طرف سے کیا گیا ہے۔ اوور"۔۔۔۔ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میں فوراً اس پر کام شروع کر دیتا ہوں سر۔ اوور"۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے چونک کر کہا۔

"او کے۔ دو گھنٹے کے اندر اندر مجھے تفصیلی رپورٹ مل جانی چاہئے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"کیا آپ کا خیال ہے کہ ایسا دشمن ملک کی طرف سے کیا گیا ہے"۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے اور اگر ایسا ہوا ہے تو پھر ہمیں فوری طور پر اس کا سدباب کرنا چاہئے کیونکہ شکر گڑھ کے بعد دارالحکومت کا بھی نمبر آ سکتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہاں۔ یہ درست ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

میٹنگ ہال پر گھمبیر خاموشی طاری تھی۔ صدر مملکت کسی بھی لمحے ہال میں پہنچنے ہی والے تھے۔ تمام وزارتوں کے سیکرٹری اور ملٹری کے اعلیٰ ترین افسران کے علاوہ ایک طرف ایکسٹو بھی اپنے مخصوص نقاب میں موجود تھا۔ ہال کی دیواروں کے ساتھ مسلح فوجی سپاہی موجود تھے۔ ایکسٹو کی کرسی کے پیچھے دو خصوصی گارڈ موجود تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور صدر مملکت بڑے باوقار انداز میں اندر داخل ہوئے۔ ہال میں موجود تمام افراد ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے مگر ایکسٹو اسی طرح کرسی پر بیٹھا رہا۔ وہ ایک خصوصی حکم کے تحت کسی بھی شخصیت کے استقبال کے لئے کھڑے ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ ایسا اس لئے کیا گیا تھا تاکہ ایکسٹو کا وقار اور دبدبہ تمام پر قائم رہے۔ صدر مملکت نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اشارے سے سب کو بیٹھنے کے لئے کہا اور پھر سب ممبران کے بیٹھنے کے بعد

سرسلطان نے کھڑے ہو کر شکر گڑھ کے واقعات پر مشتمل تفصیلی رپورٹ پیش کی جس کا لب لباب یہ تھا کہ یہ واقعہ انتہائی پراسرار ہے۔ ماہرین نے اس سلسلے میں مکمل طور پر لاعلمی کا اظہار کیا تھا کہ اس واقعہ کے پیش آنے کے اصل اسباب کیا ہیں۔

"حیرت انگیز بات ہے کہ ایک بستی کے دو ہزار افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ پوری بستی تباہ ہو چکی ہے اس کے باوجود ماہرین یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ ہولناک واقعہ کیسے پیش آیا"۔۔۔۔ صدر مملکت نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"یقیناً یہ حیرت انگیز بات ہے مگر ماہرین سرتوڑ کوشش کے باوجود اس کے بنیادی اسباب معلوم نہیں کر سکے۔ بہرحال ابھی تک تحقیق جاری ہے"۔۔۔۔ سرسلطان نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ایکسٹو آپ کا اس واقعہ کے بارے میں کیا خیال ہے"۔ صدر مملکت نے اس بار ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب۔ جہاں تک میری تحقیق کا تعلق ہے یہ واقعہ ہمارے ہمسایہ ملک کافرستان کی سازش کا نتیجہ ہے"۔۔۔۔ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں جواب دیا اور اس کی بات سن کر تمام آفیسروں اچھلے جیسے ان کے سروں پر بم پھٹ پڑا ہو۔

"آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہیں"۔ سیکرٹری وزارت دفاع نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ایکسٹو کبھی بغیر حتمی نتیجے پر پہنچے کوئی بات نہیں کرتا۔ کافرستان والوں نے شکر گڑھ پر اپنی ایک نئی سائنسی ایجاد آزمائی ہے۔ سرحد سے دس میل دور ایک سرخ رنگ کی عمارت ہے وہاں اسی رات پراسرار نقل و حرکت دیکھنے میں آئی ہے۔ اس عمارت کو کافرستان کے مسلح سپاہیوں نے گھیر رکھا ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ یہ تو بیحد تشویشناک بات ہے۔ ہم اسے براہ راست حملہ سمجھیں گے اور اس مسئلے کو بین الاقوامی سطح پر اٹھائیں گے"۔ صدر مملکت نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ کو یہ اطلاع کیسے ملی کہ اس واقعہ میں ہمارا دشمن ملک ملوث ہے"۔۔۔۔ سیکرٹری وزارت دفاع نے ایک بار پھر اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کو اس کا ثبوت چاہئے"۔۔۔۔ ایکسٹو نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"بالکل جناب۔ اس طرح براہ راست میری وزارت ملوث ہوتی ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس کی تحقیق کے مطابق ایسی کوئی بات نہیں اور پھر صرف سرحد سے دس میل دور کسی عمارت پر دشمن سپاہیوں کی نقل و حرکت سے اتنا بڑا نتیجہ کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے"۔۔۔۔ سیکرٹری نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ وہ ابھی حال ہی میں سیکرٹری اپوائنٹ ہوا تھا اور ایکسٹو کے ساتھ اس کی پہلی میٹنگ تھی اس لئے وہ بڑھ چڑھ کر

ایکسٹو پر حملے کر رہا تھا۔

"مسٹر سیکرٹری۔ ایکسٹو کا ریکارڈ ہے کہ اس نے آج تک کوئی غلط بات نہیں کی اس لئے آپ کو اس طرح کی بے معنی بحث میں نہیں الجھنا چاہئے"۔۔۔۔ صدر مملکت نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"صدر مملکت اگر آپ اجازت دیں تو میں مسٹر سیکرٹری کو ثبوت مہیا کر دوں۔ یہ ثبوت کے لئے بیحد بے چین ہو رہے ہیں اور کیوں ہیں اس بات کا بھی مجھے علم ہے"۔۔۔۔ ایکسٹو نے پروقار لہجے میں کہا۔

"اجازت ہے"۔۔۔۔ صدر مملکت نے جواب دیا۔ ایکسٹو نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ایک گارڈ کو اشارہ کیا اور وہ گارڈ مودبانہ انداز میں پیچھے ہٹا اور پھر تیر کی سی تیزی سے سیکرٹری وزارت دفاع کی پشت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہال میں موجود تمام ممبران بڑے حیرت بھرے انداز میں گارڈ کو دیکھ رہے تھے۔ سیکرٹری دفاع بھی اضطراری انداز میں اسے اپنی طرف آتا دیکھ رہا تھا۔ گارڈ سیکرٹری کی پشت پر جا کر رک گیا۔ ایکسٹو بھی سیکرٹری کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے گارڈ کو سر کی جنبش سے اشارہ کیا اور دوسرے لمحے گارڈ نے مشین گن کی نال سیکرٹری کی پشت سے لگاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"ہینڈز اپ۔ خبردار کوئی حرکت کی"۔۔۔۔ گارڈ کا فقرہ بم بن کر پورے ہال پر گرا اور نہ صرف سیکرٹری وزارت دفاع بلکہ باقی تمام افسر بھی اضطراری طور پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یہ کیا حرکت ہے"۔۔۔۔ سیکرٹری وزارت دفاع نے بوکھلاتے

ہوئے کہا۔

"مسٹر ایکسٹو"۔۔۔۔ صدر مملکت نے بھی تلخ لہجے میں کچھ چاہا مگر اسی لمحے گارڈ نے جھپٹ کر گن سیکرٹری کی گردن میں ڈالی پھرتی سے اسے پلٹ کر فرش پر پھینک دیا۔ پھر اس سے پہلے سیکرٹری فرش سے اٹھتا گارڈ نے پھرتی سے اس کی جیب میں ہاتھ ا کر ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا۔ ٹیپ ریکارڈر نکلتے ہی سیکر پھرتی سے اٹھا اور اس نے اپنے ایک ہاتھ کو زور سے جھٹکا۔ اس آستین میں سے ایک زہریلی سوئی نکل کر اس کے ہاتھ میں آ گئی ج کے پیچھے پروں کا تیر بنا ہوا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی سمجھتا سیکر کے ہاتھ نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور زہریلی سوئی اڑتی ہ ایکسٹو کی طرف بڑھی مگر اس سے پہلے کہ سوئی ایکسٹو تک پہنچ ایکسٹو نے کرسی کے ہتھے کو زور سے دبایا اور دوسرے لمحے شیشے ایک دیوار سرر کی آواز نکالتی ہوئی فرش سے نکل کر چھت تک پہنچ اور زہریلی سوئی اس شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ یہ سر کچھ پلک جھپکنے میں ہو گیا اور سب حیرت زدہ انداز میں بت بنے دیکھ رہے گئے۔ اسی لمحے ہال میں موجود دیگر گارڈ بجلی کی سی تیزی س حرکت میں آئے اور انہوں نے سیکرٹری کو گھیرے میں لے لیا۔ اچانک سیکرٹری فرش پر گرا اور بری طرح تڑپنے لگا اس کے منہ سے نی رنگ کی جھاگ نکلنے لگی۔

"ہم شکر گڑھ کی طرح تمہارے پورے ملک کو تباہ کر دیں گے"۔

ایڑیاں رگڑتے ہوئے سیکرٹری نے رک رک کر کہا اور پھر وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ایکسٹو کی کرسی کے سامنے آنے والی شیشے کی دیوار ایک بار پھر فرش میں غائب ہو گئی۔

"یہ دشمن ملک کا ایجنٹ تھا جناب صدر"۔۔۔۔ ایکسٹو نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور اس کی بات سن کر تمام آفیسر بڑے ڈھیلے سے انداز میں کرسیوں پر دوبارہ گر گئے۔

"کیا یہ سیکرٹری کی جگہ دوسرا آدمی ہے"۔۔۔۔ صدر مملکت نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب۔ یہ اصل سیکرٹری ہے۔ یہ بذات خود دشمن ملک کا ایجنٹ تھا اور اسی بات سے آپ کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے دفاعی نظام کی کون سی چیز دشمن سے خفیہ ہو گی"۔۔۔۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

"ویری بیڈ۔ یہ تو خوفناک تباہی کی دلیل ہے مگر اس کا گذشتہ ریکارڈ تو بالکل بے داغ تھا۔ پھر یہ"۔۔۔۔ صدر مملکت نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"انسانی ضمیر کو بکتے دیر نہیں لگتی سر"۔۔۔۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں فوری طور پر اپنے دفاعی نظام میں بنیادی تبدیلیاں کرنی ہوں گی"۔۔۔۔ صدر مملکت نے کہا۔

"یس سر۔ یہ انتہائی ضروری ہے"۔۔۔۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

"مگر آپ کو اس پر شک کیسے ہوا۔ اگر آپ اس سلسلے میں پہلے سے واقف تھے تو آپ کو پہلے ہمیں مطلع کر دینا چاہئے تھا"—— صدر مملکت نے ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر۔ مجھے بھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ یہ دشمن کا ایجنٹ ہے۔ اس میٹنگ میں آنے سے قبل میں نے اپنے محکمہ کے ایجنٹوں سے میٹنگ میں شریک ہونے والے تمام آفیسر کے متعلق انکوائری کرائی تھی۔ میٹنگ سے چند لمحے قبل مجھے اطلاع ملی کہ سیکرٹری وزارت دفاع نے گذشتہ رات دو ایسے آدمیوں سے خفیہ ملاقات کی تھی جو مشکوک تھے۔ پھر جب سیکرٹری نے یہاں اعتراضات شروع کئے اور میری تحقیق کا رخ پلٹنے کی کوشش کی تو مجھے یقین ہو گیا"—— ایکسٹو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس دوران سیکرٹری کی لاش کو اٹھا کر باہر لے جایا گیا تھا۔ وہ زہریلی سوئی بھی اٹھا لی گئی تھی۔

"تو یہ ثابت ہو گیا ہے کہ شکر گڑھ کا واقعہ کافرستان کی سازش کا نتیجہ ہے۔ مگر یہ کیسے ہوا اور آئندہ ایسے واقعات نہیں ہوں گے۔ اس سلسلے میں کیا کیا جائے"—— صدر مملکت نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اس کا فوری سدباب کرنا پڑے گا ورنہ جس طرح سیکرٹری نے مرتے وقت دھمکی دی ہے اس ایجاد کا آئندہ نشانہ براہ راست دارالحکومت بھی ہو سکتا ہے"—— ایکسٹو نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے۔ میں یہ کیس براہ راست آپ کے سپرد کرتا ہوں آپ اس سلسلے میں جو مناسب سمجھیں کریں آپ کو ہر طرح کے

اختیارات حاصل ہوں گے۔ میٹنگ برخاست"—— صدر مملکت نے کہا اور پھر اٹھ کر چلے گئے اور اس کے ساتھ ہی میٹنگ ختم ہو گئی۔

یہ ایک کافی بڑا ہال تھا جس میں نیم دائرے کی صورت میں ایک بڑی سی میز موجود تھی۔ اس میز کے گرد دس کرسیاں تھیں جن میں سے نو کرسیوں پر مختلف افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کرسی جو میز کے درمیان میں رکھی ہوئی تھی خالی تھی۔ ہال کے باہر ہر طرف مسلح سپاہی پھیلے ہوئے تھے اور زبردست حفاظتی اقدامات کئے گئے تھے۔ ہال مکمل طور پر ساؤنڈ پروف تھا اور اس کے گرد ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ اس میں ہونے والی کارروائی کو نہ ہی ٹرانسمٹ کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی ریکارڈ کیا جا سکتا تھا۔ یہ کافرستان کے پرائم منسٹر کا خصوصی میٹنگ ہال تھا۔ جب کوئی اہم اور خفیہ فیصلہ کیا جاتا تو اسی ہال کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اس وقت بھی ہال میں وزارت دفاع کے اعلیٰ افسران سیکرٹ سروس کا چیف ڈائریکٹر انٹیلی جنس اور ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ موجود تھے۔ ایک کرسی پر سر سے گنجا اور طوطے کی ناک والا پروفیسر موجود تھا جس نے

گروپ آپریشن میں حصہ لیا تھا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر بت بنے بیٹھے تھے۔ ان سب کو وزیراعظم کی آمد کا انتظار تھا۔ چند لمحوں بعد ہال کے دائیں کونے میں بنے ہوئے فولادی دروازے کے اوپر سبز رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا اور سب افراد چوکنے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور وزیراعظم اپنے پی اے کے ہمراہ اندر داخل ہوئے۔ تمام افراد ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وزیراعظم نے اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وزیراعظم کے بیٹھتے ہی میٹنگ کی کارروائی شروع کر دی گئی۔ وزیراعظم سے دائیں ہاتھ پہلی کرسی پر موجود ایک قوی ہیکل اور بڑی بڑی مونچھوں والا شخص کھڑا ہو گیا۔ یہ دفاعی محکمہ کا ڈائریکٹر تھا جس کے تحت دفاعی ایجادات ہوتی تھیں۔ اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی فائل کھولی اور کہنے لگا۔

"سر۔ آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہو گی کہ پروفیسر مارٹن کی ایجاد ایم ایس ڈبلیو کا تجربہ انتہائی کامیاب رہا ہے اور شکر گڑھ کی دو ہزار آبادی ایک لمحے کے اندر ختم ہو گئی ہے۔ اب میری درخواست ہے کہ اسے وسیع پیمانے پر استعمال کیا جائے۔ یہ ایجاد ہمارے ملک کی سب سے اہم اور بنیادی دفاعی ایجاد ثابت ہو گی اور اس کے استعمال سے ہم دشمن ملک کی پوری آبادی کا بغیر ہاتھ پیر ہلائے خاتمہ کر سکتے ہیں"۔۔۔۔۔ بڑی مونچھوں والے نے کہا۔

"ویری گڈ۔ پروفیسر مارٹن کی اس ایجاد پر پورا ملک ان کا مشکور ہو گا اور ملک کی آئندہ تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے

گا"—— وزیراعظم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو۔ سر"—— پروفیسر مارٹن نے اٹھ کر خوشی سے بھرا
لہجے میں کہا۔

"کیا اس سلسلے میں کوئی رپورٹ مرتب کی ہے کہ اس ایجاد کو وسیع
پیمانے پر کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے"—— وزیراعظم نے ڈائریکٹر
سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر۔ ماہرین نے اس سلسلے میں رپورٹ مرتب کر لی ہے
پاکیشیا کے دفاعی نظام کو سامنے رکھ کر ماہرین نے یہ رائے دی ہے کہ
ایس ایس ڈبلیو کو اگر کوہ ہمالیہ کی چوٹی رامانند پر فٹ کر دیا جائے تو اس
کی رینج بہت بڑھ جائے گی اور اس کی رینج میں پاکیشیا کا مکمل دفاعی نظام
آ جائے گا اور ہم جب چاہیں اس کے ذریعے سے مطلوبہ ٹارگٹ کا
خاتمہ کر سکتے ہیں"—— ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

"شکر گڑھ کے بارے میں پاکیشیا نے کیا تحقیقات کی ہے"۔
وزیراعظم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"پاکیشیا کے ماہرین اس ایجاد کا پتہ نہیں چلا سکے البتہ وہاں کی
سیکرٹ سروس کے ہاتھوں ہمارا ایک اہم مہرہ ختم ہو گیا ہے۔ ایکسٹو
اس سلسلے میں مشکوک ہو چکا ہے مگر اس سے پہلے کہ وہ اس ایجاد کا
فارمولا سمجھ کر اس کا کوئی توڑ نکالیں ہم اسے رامانند چوٹی پر نصب کر
دیں اس طرح یہ ایجاد ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے گی اور پاکیشیا کے
سیکرٹ ایجنٹوں کا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہو جائے گا"—— ڈائریکٹر نے

جواب دیا۔

"مگر رامانند چوٹی تو بیحد دشوار گزار ہے اور وہاں ہر وقت برفیلے
طوفان آتے رہتے ہیں۔ کیا ایس ایس ڈبلیو کی وہاں تنصیب، حفاظت
اور کارکردگی ٹھیک رہے گی"—— وزیراعظم نے پوچھا۔

"یس سر۔ انہی خصوصیات کی بنا پر ماہرین نے اس چوٹی کا انتخاب
کیا ہے۔ وہاں یہ ہر طرح سے محفوظ ہو گی اور اس کی زد میں پاکیشیا کا
ایک ایک چپہ آ جائے گا۔ ماہرین نے اس کی تنصیب اور حفاظت کے
متعلق مکمل رپورٹ مرتب کر لی ہے اور پروفیسر مارٹن بھی اس رپورٹ
سے متفق ہیں"—— ڈائریکٹر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی
ایک سرخ رنگ کی فائل جس پر نیلے رنگ سے ایس ایس ڈبلیو لکھا ہوا
تھا کھول کر وزیراعظم کے سامنے رکھ دی۔ وزیراعظم نے فائل کا
مطالعہ شروع کر دیا اور تقریباً پندرہ منٹ تک اس کا مطالعہ کرنے کے
بعد جب اس نے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ مسرت سے گلنار ہو رہا تھا۔

"ویری گڈ۔ اس رپورٹ کو دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ
ایس ایس ڈبلیو کی تنصیب کے بعد ہمارا ملک نہ صرف قابل تسخیر ہو
جائے گا بلکہ ایک وسیع علاقے پر فوجی برتری حاصل ہو جائے گی۔
ٹھیک ہے میں اس منصوبے کی اجازت دیتا ہوں"—— وزیراعظم نے
جواب دیا اور میٹنگ میں موجود تمام افراد کے چہرے مسرت سے کھل
اٹھے۔ اس کے ساتھ ہی وزیراعظم نے فائل کے آخر میں نوٹ لکھ کر
دستخط کر دیئے۔

"اس کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری ملٹری انٹیلی جنس، سیکرٹ سروس اور انٹیلی جنس پر عائد ہو گی۔ اس پہاڑی کو صرف دفاع کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ محکمے اس بات کے بھی پابند ہوں گے کہ اس کے متعلق دشمن ملک کے ایجنٹ کچھ نہ جان سکیں اور انہیں کسی صورت میں پہاڑی کے پاس نہ پہنچنے دیا جائے"۔ وزیراعظم نے جواب دیا۔

"سر۔ بس پاکیشیا کی سیکرٹ سروس سے ہمیں خطرہ لاحق ہو سکتا ہے کہ وہ اس منصوبے کی تہہ تک نہ پہنچ جائے۔ اس سلسلے میں ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ملک کی سیکرٹ سروس مثبت اقدام کرے گی"۔ ڈائریکٹر نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب۔ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کو اس کی ہوا بھی نہ لگ سکے گی اور نہ ہی وہ اس سلسلے میں کوئی اقدام کر سکے گی۔ میں نے پورے محکمے کو پہلے ہی چوکنا کر دیا ہے"۔۔۔۔ سیکرٹ سروس کے چیف نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ بس یہ منصوبہ طے ہو گیا ہے۔ اس کی تنصیب زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے میں ہو جائے۔ اس کی تنصیب کی رپورٹ کے بعد ہم پاکیشیا کو گھٹنے ٹیکنے کا چیلنج دے دیں گے اور اس وقت شکر گڑھ کی ذمہ داری بھی ہم قبول کر لیں گے"۔ وزیراعظم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے احترام میں سب افراد اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر وزیراعظم کے جانے کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی۔

دانش منزل کے ہال میں اس وقت سیکرٹ سروس کے تمام ممبران ود تھے۔ ایکسٹو نے ان سب کو ہنگامی صورت حال کے لئے طلب لیا تھا۔ ایسا صرف اس وقت کیا جاتا تھا جب کوئی خصوصی کیس ہو لئے سب ممبران بیحد سنجیدہ تھے۔ ان ممبران میں عمران موجود ں تھا وہ آپس میں کسی نئے کیس کے بارے میں رائے زنی کر رہے کہ دیوار میں نصب ٹرانسیٹر کا بلب جلنے بجھنے لگا۔ جولیا نے اٹھ کر میٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ممبران۔ اس وقت ہمارا ملک ایک انتہائی نازک صورت حال دوچار ہے۔ ہمارے ہمسایہ ملک کافرستان نے ایک ایسی سائنسی تیار کی ہے جو اپنے ٹارگٹ میں رہنے والے افراد کو آناً فاناً ہلاک وتی ہے اور اس ٹارگٹ میں موجود تمام عمارات تباہ ہو جاتی ہیں۔ شتہ دنوں دشمن نے ہماری سرحدی بستی شکر گڑھ کو اس ایجاد کا

نشانہ بنایا۔ انہوں نے بین الاقوامی سرحد سے دس میل دور رہ کر ا
ایجاد کا تجربہ کیا جس کے نتیجے میں ہماری سرحدی بستی شکر گڑھ کی تم
عمارات یک لخت تباہ ہو گئیں۔ دو ہزار افراد ہلاک ہو گئے اور سینکڑ
کی تعداد میں مویشی ختم ہو گئے حتیٰ کہ شکر گڑھ میں اور اس کے ا
گرد کے علاقے میں موجود تمام درخت بھی جڑ سے اکھڑ گئے۔ ا
معلوم ہوا ہے کہ وہ اس ایجاد کا وسیع پیمانے پر تجربہ کرنے والے
اور ظاہر ہے اس کا ٹارگٹ ہمارا ملک ہی ہو گا۔ اگر انہوں نے ایسا
تجربہ کیا تو ہمارا ملک ہولناک تباہی سے دوچار ہو جائے گا۔ اس
سے ملک کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف اس ایجاد کا
کر دیا جائے بلکہ ایسی ایجاد کرنے والے سائنس دان کا بھی خاتمہ کر
جائے۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں تمام پروگرام مرتب کر لئے ہیں
آپ سب کو کافرستان میں کام کرنا پڑے گا۔ ٹیم کی راہنمائی عمر
کرے گا۔ آپ لوگ آج رات بارہ بجے تک تیار ہو جائیں۔ ا
سپیشل جہاز آپ کو دشمن کی سرحد کے اندر اتار دے گا۔ آپ س
نے پیراشوٹس کے ذریعے نیچے جانا ہے اور عمران کافرستان
دارالحکومت میں آپ سے پہلے موجود ہو گا۔ وہ وہاں آپ کے سا
خود ہی رابطہ قائم کرے گا۔ کوئی سوال"۔۔۔۔ ایکسٹو نے ا
مخصوص لہجے میں انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"سر۔ کیا ہم مسافروں کے بھیس میں براہ راست دارالحکو
نہیں پہنچ سکتے"۔۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"نہیں۔ کافرستانی سیکرٹ سروس، انٹیلی جنس اور ملٹری انٹیلی جنس
نے ممکنہ طور پر ہمیں روکنے کے لئے پورے ملک میں جال بچھا دیا ہے
اور داخلے کے تمام راستوں کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے"۔ ایکسٹو
نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سر"۔۔۔۔ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میک اپ روم میں جا کر آپ کافرستانی میک اپ کر لیں اور بارہ
بجے ملٹری ایئرپورٹ پہنچ جائیں۔ کوڈ فی الحال بلیک آپریشن ہی رہے گا
[illegible] میں عمران جیسا چاہے ویسا ہو گا۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ ایکسٹو کی
آواز بند ہو گئی تو جولیا نے اٹھ کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ کیس
کی نزاکت اور پیچیدگی کی بنا پر سب کے چہروں پر گھمبیر سنجیدگی طاری
تھی اور وہ سب سر جھکائے خاموشی سے میک اپ روم کی طرف بڑھ

عمران کافرستانی ایئرلان کے جیٹ جہاز کی فرسٹ کلاس میں ایک سیٹ پر بیٹھا بڑے اطمینان سے ایک امریکی رسالے کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ اس وقت وہ تھا بھی امریکی پروفیسر کے روپ میں آنکھوں پر سنہرے رنگ کی نفیس عینک لگائے اور انتہائی ماڈرن انداز میں تراشے گئے سوٹ میں ملبوس بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ خالی تھی اس لئے وہ اطمینان سے رسالے کے مطالعے میں مصروف تھا کہ اتنے میں پائلٹ کیبن سے چندی گڑھ ایئرپورٹ پہنچنے کا اعلان کیا گیا۔ عمران نے چونک کر رسالہ ریک میں رکھا اور بیلٹ باندھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جہاز کافرستان کے دارالحکومت چندی گڑھ کے بین الاقوامی ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ جہاز رکنے کے بعد عمران نے ریک پر رکھا ہوا بریف کیس اٹھایا اور نپے تلے قدم اٹھاتا سیڑھیاں اتر گیا۔ دوسرے مسافروں کی طرح اس کا رخ بھی کلیرنگ

شعبے کی طرف تھا جہاں کسٹم اور امیگریشن کے حکام مسافروں کے سامان اور ان کے کاغذات کی چیکنگ میں مصروف تھے۔ عمران بھی قطار میں کھڑا ہو گیا۔ اس کی تیز نظریں پورے ہال کا جائزہ لے رہی تھیں۔ مسافر آہستہ آہستہ کھسکتے چلے جا رہے تھے۔ عمران جب کاؤنٹر پر پہنچا تو اس نے اپنا بریف کیس بڑے اطمینان سے کسٹم کاؤنٹر پر رکھ دیا اور کوٹ کی جیب سے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات نکال کر کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے شخص کے حوالے کر دیئے اور خود کاؤنٹر پر انگلیاں بجانے میں مصروف ہو گیا۔ کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے شخص نے بڑی عقابی نظروں سے عمران کا جائزہ لیا اور پھر اس کے کاغذات دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحوں تک کاغذات کو بغور دیکھنے کے بعد اس نے اس پر کلیرنس کی مہریں لگائیں اور کاغذات خاموشی سے عمران کی طرف کھسکا دیئے۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کاغذات سمیٹے اور کسٹم کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں اس کے بریف کیس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرنے کے بعد اسے کلیئر کر دیا گیا۔ عمران بریف کیس اٹھا کر ہال سے باہر آ گیا۔ اب اس کا رخ ٹیکسی سٹینڈ کی طرف تھا۔ جیسے ہی وہ ٹیکسی سٹینڈ کے قریب پہنچا ایک ٹیکسی قطار میں سے نکل کر اس کے پاس آ گئی۔

"براڈوے ہوٹل چلو" ---- عمران نے خالصتاً امریکن لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"براڈ وے ہوٹل شریفوں کے رہنے کی جگہ نہیں ہے سر"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو میں بھی شریف نہیں ہوں"۔۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سر۔ میرا نام جوگو ہے۔ باس آپ سے ٹیلی فون پر بات کریں گے۔ کوڈ شاگو یونیورسٹی ہو گا"۔۔۔۔ اس بار ڈرائیور نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"او کے۔ مگر ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ کیا تم نظروں میں آ چکے ہو"۔۔۔۔ عمران نے بیک مرر پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔

"ایسی بات پہلے تو کبھی نہیں ہوئی مگر ہو سکتا ہے کہ ان کو شک پڑ گیا ہو کیونکہ گذشتہ ایک ہفتے سے ان کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئی ہیں"۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔ یہ ایکسٹو کے فارن آفس کا ایجنٹ تھا اور عمران نے چونکہ اپنے آنے کی اطلاع انچارج کو پہلے ہی دے دی تھی اس لئے جوگو ایئرپورٹ پر موجود تھا۔

"پھر۔ سر کیا ان سے پیچھا چھڑایا جائے"۔۔۔۔ جوگو نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس طرح یہ زیادہ مشکوک ہو جائیں گے تم سیدھے ہوٹل براڈ وے چلو"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا تو جوگو نے سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک عظیم الشان ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہو گئی۔ عمران نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر جوگو کے حوالے کر دیا اور پھر بریف کیس اٹھائے بڑے اطمینان سے چلتا ہوا ہوٹل میں داخل

ہو گیا۔ غیر ملکی ہونے کی وجہ سے اسے فوری طور پر کمرہ الاٹ کر دیا گیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ ہوٹل کی دسویں منزل کے بارھویں کمرے میں موجود تھا۔ کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد عمران نے بریف کیس کو مخصوص انداز میں کھولا اور اس کے خفیہ خانے میں سے گائیگر نکال کر اس نے کمرے کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ کمرہ محفوظ تھا چنانچہ اس نے اطمینان سے گائیگر دوبارہ بریف کیس میں بند کیا اور پھر غسل خانے میں گھس گیا۔ غسل کر کے اور کپڑے بدلنے کے بعد اس نے کمرے میں ہی کھانا منگوا کر کھایا اور پھر آرام کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گیا۔ عمران کو اچھی طرح علم تھا کہ کسی نہ کسی انداز میں اس کی نگرانی جاری ہوگی اس لئے وہ نگرانی کرنے والوں کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ وہ ان کا مطلوبہ آدمی نہیں ہے۔ کافی دیر تک آنکھیں بند کئے لیٹے رہنے کے بعد اس نے بڑی آہستگی سے قریب پڑے ہوئے بریف کیس کو اپنی طرف کھسکایا اور اس کے لاک کی سائیڈ کو مخصوص انداز میں دبایا۔ اس لاک میں انتہائی طاقتور مگر چھوٹا سا ٹرانسیٹر چھپا ہوا تھا۔ لاک کو مخصوص انداز میں دباتے ہی لاک میں سے زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔

"ہیلو۔ ناٹران سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری وہ ایک خصوصی کوڈ میں بات کر رہا تھا۔

"عمران سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ عمران نے اپنے اصل لہجے میں جواب دیا لیکن کوڈ وہی تھا۔

"آپ بخیریت پہنچ گئے ہیں سر۔ اوور"---- ناٹران نے پوچھا۔
سیکرٹ سروس کے فارن آفس کا انچارج تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا واقعی سب خیریت ہے۔ اوور"۔ عمران
نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی نگرانی جاری ہے عمران صاحب اس لئے میں نے آپ
ٹیلی فون نہیں کیا تھا۔ اوور"---- ناٹران نے جواب دیا۔

"کرنے دو نگرانی۔ میرا کیا جاتا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تازہ ترین رپور
کیا ہے۔ اوور"---- عمران نے بڑی لاپرواہی سے پوچھا۔

"مجھے بڑی مشکل سے ایک اطلاع ملی ہے کہ جس ایجاد کو شکر گڑ
پر آزمایا گیا ہے اسے ایس ایس ڈبلیو کہا جاتا ہے اور اس کو پروفیس
مارٹن نے ایجاد کیا ہے اور سب سے اہم اطلاع یہ ہے کہ اس ایجاد
وسیع پیمانے پر استعمال کرنے کے لئے اسے کوہ ہمالیہ کی سب سے
دشوار گزار چوٹی راماننڈ پر نصب کیا گیا ہے۔ اوور"---- ناٹران
جواب دیا۔

"اوہ۔ واقعی یہ انتہائی اہم اطلاع ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ
معاملات ہمارے تصور سے کہیں زیادہ اہم اور نازک ہیں۔ اوور"
عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ اور سر مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ عنقریب ایس
ایس ڈبلیو کا وسیع پیمانے پر تجربہ کرنے والے ہیں اور اس سلسلے میں
انہوں نے ہمارے ملک کے سرحدی شہر جوشان کو منتخب کیا ہے جہاں

اہم دفاعی فوجی چھاؤنی بھی موجود ہے۔ اوور"---- ناٹران نے
دیا۔

"ویری بیڈ۔ جوشان کی آبادی تو دو لاکھ سے اوپر ہے۔ کیا یہ لوگ
گئے ہیں۔ میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ اوور"۔ عمران
اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا اور پھر اس
پہلے کہ دوسری طرف سے کوئی جواب ملتا دروازے پر زور سے
ہوئی۔ عمران نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر بند کیا اور پھر اٹھ کر
کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا تین افراد
میں ریوالور پکڑے انتہائی تیزی سے اندر گھس آئے۔ انہوں
ان کو ریوالوروں سے کور کر رکھا تھا اور ان کی نظریں انتہائی
کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

یہ بات ہے۔ کون لوگ ہو تم"---- عمران نے ایکریمین لہجے
کرتے ہوئے کہا۔

اپ۔ خاموش کھڑے رہو۔ اس کمرے سے ٹرانسمیٹر کال
گئی ہے۔ کہاں ہے وہ ٹرانسمیٹر"---- ان میں سے ایک نے
کا انچارج معلوم ہوتا تھا انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

انسمیٹر۔ تمہارا دماغ تو خراب نہیں۔ میں سو رہا ہوں یا ٹرانسمیٹر
ہوں"---- عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

شامو۔ کمرے کی اچھی طرح تلاشی لو"---- انچارج نے عمران
اب دینے کی بجائے اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا اور

ایک آدمی نے تیزی سے پورے کمرے کو ادھیڑنا شروع کر دیا۔

"میں سفارت خانے سے بات کرتا ہوں۔ تم لوگوں نے
سمجھ رکھا ہے۔ میں ایکریمیا کا ایک معزز شہری ہوں"۔۔۔۔ عمرا
احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"خاموش کھڑے رہو۔ ہمارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے ا
ہر مشکوک آدمی کو چیک کر سکتے ہیں"۔۔۔۔ انچارج نے عم
ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہاری سیکرٹ سروس کا یہی کام ہے کہ سوئے ہوئے
چیک کرتی پھرے۔ اگر کوئی خواب میں بڑبڑائے تو تم اسے ٹرانسی
سمجھ لیتے ہو۔ کہاں ہے تمہارا آفیسر میری اس سے بات کراؤ"۔
نے بھی جواب میں غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اسی طرح بولتے رہے تو ہو سکتا ہے کہ تم باس تک
سلامت نہ پہنچ سکو۔ اگر خاموش رہے تو تمہاری یہ حسرت بھی
کر دی جائے گی"۔۔۔۔ انچارج نے طنزیہ لہجے میں کہا اور عمرا
اس کی بات سن کر دانستہ خاموش رہنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ وہ
سروس کے باس تک پہنچ جائے اس سلسلے میں اس نے فوری
ایک منصوبہ بھی بنا لیا۔ شامو نے پورا کمرہ ٹٹولنے کے بعد اس کا
کیس چیک کرنا شروع کر دیا مگر بریف کیس کی تکنیک اس کی سمجھ
باہر تھی اس لئے تھوڑی دیر بعد اس نے ناکامی کا اعلان کر دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ٹرانسیٹر نہ ہو۔ ٹرانسیٹر کال چیکنگ

پورٹ نہیں دے سکتی۔ اچھی طرح تلاشی لو"۔ انچارج نے شامو
تے ہوئے کہا۔

میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے یہاں ٹرانسیٹر نہیں ہے"۔
نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

ی جامہ تلاشی لو"۔۔۔۔ انچارج نے کہا اور شامو نے عمران
شی لینی شروع کر دی۔

تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے دوست۔ یہ حقیقت ہے کہ میں سو رہا تھا
مجھے کسی ٹرانسیٹر کا کوئی علم نہیں"۔۔۔۔ عمران نے اس بار بڑے
لہجے میں کہا مگر اس کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔

نہیں ہے جناب"۔۔۔۔ شامو نے کہا۔

سے کور کرو میں باس کو ٹیلی فون کرتا ہوں"۔۔۔۔ انچارج نے
ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف
۔ اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمائے اور پھر رابطہ
ہوتے ہی کہا۔

نمبر الیون سپیکنگ سر۔ ایکریمین آدمی کے کمرے اور اس کی
جامہ تلاشی لی گئی ہے کوئی ٹرانسیٹر برآمد نہیں ہوا"۔ انچارج نے
لہجے میں کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ چیکنگ مشین غلط نہیں بتا سکتی۔ اچھی طرح
شی لو"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک سخت آواز سنائی دی اور
ت دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ اس نے اپنے پرانے حریف شاگل

کی آواز پہچان لی تھی۔ شاگل کے ساتھ وہ کئی بار ٹکرا چکا تھا اور ہر اس نے اسے زک دی تھی۔

"سر ہم نے پوری چھان بین کر لی ہے" ۔۔۔۔ انچارج نے جواب [illegible] دیا۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے معذرت کر کے واپس آ جاؤ" ۔۔۔۔ شاگل نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم معذرت خواہ ہیں جناب۔ واقعی ہماری رپورٹ غلط تھی" انچارج نے معذرت خواہ لہجے میں کہا اور پھر اپنے آدمیوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ ان کے جانے کے بعد عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔ وہ شاگل کو اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے مطمئن ہونے والوں میں سے نہیں ہے اس لئے وہ یقیناً اس کی مکمل نگرانی کرائے گا اس لئے اس نے نگرانی کرنے والوں کو فوری طور پر جل دینے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ تیزی سے غسل خانے میں گھس گیا اور اس نے اپنا میک اپ تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ اب وہ مقامی آدمی کے روپ میں تھا۔ بریف کیس سے کپڑوں کا دوسرا جوڑا نکالنے کے بعد اس نے اس کی خفیہ تہہ سے دو چھوٹے چھوٹے آلات نکال کر جیب میں ڈالے اور پھر بریف کیس میں موجود دیگر کپڑے اور وہ لباس جو اس نے پہن رکھا تھا اس بریف کیس کے اوپر نیچے رکھ کر غسل خانے کے فرش پر رکھ کر انہیں آگ لگا دی۔ جب بریف کیس اور کپڑے

راکھ میں تبدیل ہو گئے تو اس نے یہ راکھ اور بریف کیس کے تالے جو جلنے سے تڑ مڑ گئے تھے گٹر میں بہا کر اوپر پانی چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اس نے اس کے تمام آثار مٹا دیئے اور جیب سے رومال نکال کر اس نے ہر وہ ممکن جگہ جہاں اس کے ہاتھ لگے تھے اچھی طرح صاف کر دی۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں شاگل اس کی انگلیوں کے نشانات سے اس کی اصلیت تک نہ پہنچ جائے۔ اچھی طرح مطمئن ہونے کے بعد اس نے دروازہ کھول کر باہر راہداری میں جھانکا۔ راہداری خالی پڑی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے باہر نکل آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ نچلی منزل پر آیا اور پھر اس نے اپنا رخ بدل لیا۔ اب بجائے نیچے جانے کے وہ راہداری کے آخری حصے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ نگرانی کرنے والے نیچے ہال میں موجود ہوں گے اس لئے اس نے نیچے جانے سے گریز کیا۔ وہ پہلے بھی کئی بار اس ہوٹل میں رہ چکا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ ہر منزل کے آخر میں آگ بجھانے والی سکواڈ کے لئے مخصوص سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اس نے جیب سے تار نکال کر بڑی پھرتی سے اس کا دروازہ کھولا اور پھر تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آخری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں ایک اور دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا۔ عمران نے اسی تار سے اندر سے اس کا آٹومیٹک لاک کھولا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب ہوٹل سے باہر ذیلی سڑک پر آ گیا اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اطمینان سے چلتا ہوا مین روڈ پر آ

گیا۔ چند لمحوں کے انتظار کے بعد اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"نشاط کالونی"۔۔۔۔ عمران نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سرہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ کافی دیر تک عمران بیک مرر سے اس بات کو چیک کرتا رہا کہ اس کا تعاقب تو نہیں ہو رہا مگر کوئی مشکوک گاڑی اسے نظر نہ آئی اور تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نشاط کالونی پہنچ گئی۔ عمران نے ٹیکسی ایک چوک میں رکوا دی اور پھر اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک ٹیکسی موڑ مڑ کر نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ ایک کوٹھی کے گیٹ پر پہنچا اور اس نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک مسلح آدمی باہر نکل آیا۔

"ناٹران سے کہو کہ پرندہ آ گیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تشریف لے آئیے جناب"۔۔۔۔ مسلح دربان نے مودبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ عمران کو اپنے ہمراہ لئے کوٹھی کے اندر آ گیا۔ عمران کو ڈرائینگ روم میں بٹھانے کے بعد وہ کوٹھی کے اندر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ایک قوی ہیکل نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ڈرائینگ روم میں داخل ہوا اس نے تیز نظروں سے عمران کا جائزہ لیتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"فرمائیے کس سے ملنا ہے"۔۔۔۔ آنے والے نے کہا۔

"عمران ہوں یار۔ ہماری ٹرانسمیٹر کال چیک ہو گئی تھی اس لئے

مجھے بھاگنا پڑا"۔۔۔۔ عمران نے اس بار اپنی اصل آواز میں کہا۔

"اوہ۔ عمران صاحب۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ یوں اچانک یہاں آ سکتے ہیں"۔۔۔۔ آنے والے نے جو ناٹران تھا مطمئن لہجے میں جواب دیا کیونکہ عمران کی آواز اور ٹرانسمیٹر کال کا اشارہ اسے مطمئن کرنے کے لئے کافی تھا۔

"تم فکر نہ کرو انہیں ابھی تک یہی پتہ ہو گا کہ ایکریمین اپنے کمرے میں سو رہا ہے"۔۔۔۔ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس کا مجھے یقین ہے۔ آپ اگر نہ چاہیں تو وہ آپ کی گرد بھی نہیں پا سکتے۔ آئیے آپریشن روم میں چلتے ہیں"۔۔۔۔ ناٹران نے کہا اور پھر عمران کو ہمراہ لئے وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گیا۔ ناٹران نے مین سوئچ کی سائیڈ کو دبایا تو کمرے کی جنوبی دیوار درمیان سے ہٹتی چلی گئی اور وہ اس میں سے ظاہر ہونے والی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک دروازے پر ہوا۔ ناٹران نے دروازہ کھولا اور وہ ایک راہداری میں آ گئے۔ یہاں ناٹران ایک دروازے پر رک گیا اور اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی پتی نکال کر دروازے سے لگائی اور دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

"آئیے عمران صاحب"۔۔۔۔ ناٹران نے کہا اور عمران کو لئے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس کی دیواروں کے ساتھ مختلف اقسام کی مشینیں تھیں۔ ان میں سے چند مشینوں پر ٹی وی سکرینیں بھی موجود تھیں۔ کمرے کے درمیان میں ایک میز تھی جس کے گرد

کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ عمران ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ناٹران نے بھی کرسی سنبھال لی۔

"مجھے رامانند چوئی کا نقشہ اور پوری تفصیل بتاؤ"۔۔۔۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہی کہا اور ناٹران سرہلاتا ہوا ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری میں سے ایک فائل نکالی اور عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"جیسے ہی مجھے اس کی اطلاع ملی تھی میں نے اس کی فائل تیار کرلی تھی۔ اس میں چوئی کے متعلق تمام تفصیلات موجود ہیں"۔۔۔۔ ناٹران نے کہا۔

"گڈ شو۔ عمران نے اسے شاباش دیتے ہوئے کہا اور پھر فائل کھول کر اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔

ملٹری کا خصوصی جہاز سیکرٹ سروس کے ممبران کو لئے تیزی سے کافرستان کی سرحد کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ راڈار سے بچنے کے لئے پائلٹ نے پرواز انتہائی نیچی رکھی تھی۔ سیکرٹ سروس کے ممبران مقامی آدمیوں کے میک اپ میں تھے اور انہوں نے پشت پر پیراشوٹ باندھ رکھے تھے۔

"ہم دشمن کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں"۔۔۔۔ پائلٹ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ مستعد ہو کر بیٹھ گئے۔

"تم ہمیں دارالحکومت سے کتنی دور اتارو گے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دارالحکومت سے دو سو میل دور ایک وسیع جنگل ہے۔ اس جنگل کے درمیان ایک خالی قطعہ پر آپ اتریں گے"۔۔۔۔ پائلٹ نے جواب دیا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے انہیں تیار ہونے کے لئے کہا۔

سب سے پہلے جولیا اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔

"یس۔ گو آن"۔۔۔۔ پائلٹ نے کہا تو جولیا نے اندھیرے میں چھلانگ لگا دی۔ پائلٹ نے جہاز کو چکر دیا۔ اس دوران صفدر اٹھ کر دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ پھر پائلٹ کے اشارے پر وہ بھی نیچے کود گیا۔ اس طرح باری باری تنویر' صدیقی' نعمانی' چوہان اور کیپٹن شکیل جہاز سے نیچے کود گئے۔ کیپٹن شکیل سب سے بعد میں کودا تھا۔ اس کے کودتے ہی پائلٹ نے جہاز موڑا اور واپس پاکیشیا کی سرحد کی طرف بڑھ گیا۔ نیچے کودتے ہی کیپٹن شکیل کا پیراشوٹ کھل گیا اور وہ آہستہ آہستہ نیچے اترتا چلا گیا۔ باہر چونکہ گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اس لئے باوجود کوشش کے وہ اپنے ساتھیوں کو نہ دیکھ سکا۔ تھوڑی دیر بعد ایک جھٹکے سے اس کے قدم زمین پر لگے اور وہ آگے دوڑتا چلا گیا۔ پھر رک گیا اور تیزی سے پیراشوٹ کی ڈوریاں کھولنے لگا۔

"کیپٹن شکیل"۔۔۔۔ نزدیک سے ہی صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ باقی ساتھی بخیریت ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے پیراشوٹ کی ڈوریاں کھول کر اسے لپیٹتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں۔ تنویر اور چوہان میرے ساتھ ہیں۔ باقی بھی آ جاتے ہیں"۔ صفدر نے جواب دیا۔ اب کیپٹن شکیل کی آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہو چکی تھیں اس لئے اسے صفدر' تنویر اور چوہان کے ہیولے نظر آنے لگ گئے تھے۔ کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ وہ جنگل کے درمیان

میں ایک خالی قطعہ پر موجود ہیں۔ جنگل میں سے درندوں کی خوفناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کیپٹن شکیل نے پیراشوٹ ایک گڑھے میں پھینکا اور پھر کوٹ کے اندر سے مشین گن نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی۔ اتنے میں انہیں ایک طرف سے جولیا اور نعمانی کے ہیولے اپنی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔

"ہیلو"۔۔۔۔ جولیا نے ان کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔

"ہیلو"۔۔۔۔ تنویر نے سب سے پہلے جواب دیا۔

"اب ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن کے راڈار نے ہمارے جہاز کو چیک کر لیا ہو"۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"ویسے اب تک تو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے بہرحال پھر بھی ہمیں چوکنا رہنا چاہئے"۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا اور پھر اس نے جیب سے ایک نقشہ نکالا اور زمین پر رکھ کر اس نے پنسل ٹارچ جلا کر اس پر ہتھیلی کی آڑ کی اور نقشہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے پنسل ٹارچ بجھا دی۔

"ہمیں شمال کی طرف بڑھنا ہے۔ جنگل سے نکلنے کے بعد ہم ایک بستی تک پہنچ جائیں گے جہاں علی الصبح ہمیں دارالحکومت جانے والی گاڑی مل سکتی ہے"۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ چلو"۔۔۔۔ جولیا نے کہا اور پھر وہ سب تیزی سے جنگل کی طرف بڑھ گئے۔ صفدر ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ سب بےحد چوکنے اور محتاط نظر آ رہے تھے۔ جنگل میں داخل ہو کر انہوں نے

مشین گنیں ہاتھوں میں سنبھال لیں۔ درندوں کی آوازیں تو انہیں سنائی دے رہی تھیں لیکن کوئی درندہ ان کے قریب نہ آیا اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ تقریباً تین گھنٹے مسلسل چلنے کے بعد اچانک وہ ٹھٹک کر رک گئے۔ انہیں دور سے جگنوؤں کی طرح روشنیاں حرکت کرتی نظر آ رہی تھیں۔ یہ روشنیاں کبھی شمال سے جنوب کی طرف چلی جاتیں اور کبھی جنوب سے شمال کی طرف۔

"یہ روشنیاں کیسی ہیں"۔۔۔۔ جولیا نے ٹھٹکتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم کسی ہائی وے کی طرف آ نکلے ہیں"۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"نہیں۔ اس طرف کوئی ہائی وے نہیں ہے۔ میری چھٹی حس خطرے کا الارم بجا رہی ہے"۔۔۔۔ صفدر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"آگے بڑھتے چلو۔ بات صاف ہو جائے گی"۔۔۔۔ تنویر نے کہا اور پھر سب نے اس کی تائید کی اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد انہیں ایک بار پھر رک جانا پڑا۔ اب روشنیاں قریب آ گئی تھیں اور اب انہیں ان روشنیوں کی حقیقت سمجھ آ گئی تھی۔

"ہمیں گھیرا جا رہا ہے"۔۔۔۔ جولیا نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اور یہ ملٹری کی جیپیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے انہوں نے ہمیں چیک کر لیا ہے"۔۔۔۔ صفدر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ یہ

روشنیاں ان جیپوں کی تھیں جو تیزی سے ایک دائرے کی صورت میں جنگل کے گرد پھیلتی چلی جا رہی تھیں۔

"ہمیں فوری طور پر کوئی ترکیب کرنی چاہئے ورنہ ان کا گھیرا توڑنا ناممکن ہو جائے گا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے تیز لہجے میں کہا۔

"تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب ہو تو بتاؤ"۔۔۔۔ تنویر نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں ایسے گھیروں کی تکنیک کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر مس جولیا اجازت دیں تو میں گروپ کی رہنمائی کروں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ان کے گھیرے سے صاف بچ نکلیں گے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"میری طرف سے اجازت ہے"۔۔۔۔ جولیا نے فوراً کہا۔

"تو ٹھیک ہے آپ سب لوگ تیزی سے پھیل کر مختلف درختوں پر چڑھ جائیں۔ میں چارے کے طور پر آگے بڑھوں گا اور پھر ان میں سے پانچ چھ کو اپنے پیچھے لگا کر لے آؤں گا اس کے بعد آپ کا کام ہے کہ انہیں ختم کر کے ان کے لباس جتنی جلد ہو سکے پہن لیں"۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"مگر کیپٹن۔ جولیا کس کا لباس پہنے گی"۔۔۔۔ صفدر نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"اندھیرے میں کوئی محسوس نہیں کرے گا۔ صرف چال مردانہ اور فوجی رکھنی پڑے گی"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر تیز تیز قدم

اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ باقی سب ممبران اس کی ہدایت کے مطابق ادھر ادھر پھیل کر درختوں پر چڑھتے چلے گئے۔ وہ دل ہی دل میں کیپٹن شکیل کی کامیابی کی دعا مانگ رہے تھے۔ کیپٹن شکیل آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر جنگل کی سرحد ختم ہونے کے قریب ہو گئی۔ جنگل کے گرد گھیرا ڈالنے والی جیپیں اب رک چکی تھیں۔ ان کی بتیاں بھی بجھ گئی تھیں۔ انہوں نے اپنی طرف سے انتہائی خاموشی سے گھیرا ڈالا تھا اور ان کا خیال تھا کہ جیسے ہی چھاتہ بردار باہر نکلیں گے انہیں پکڑ لیا جائے گا مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آنے والے پہلے سے چوکنے ہو چکے ہیں۔

کیپٹن شکیل جنگل کے درختوں کی آخری قطار سے پہلے ایک درخت کی آڑ میں رک گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر زمین سے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر زور سے ایک طرف پھینکا۔ پتھر ایک جھاڑی میں جا لگا اور کھڑاکے کی آواز اس خاموشی میں دور تک سنائی دی۔ سامنے کھڑی ہوئی جیپ میں سے ایک آدمی تیزی سے نیچے اترا اور پھر دبے قدموں تیزی سے دوڑتا ہوا اس جھاڑی کی طرف بڑھا جہاں پتھر پھینکا گیا تھا۔ جھاڑی کے قریب آکر اس نے ادھر ادھر غور سے دیکھا وہ بے حد چوکنا اور محتاط معلوم ہو رہا تھا۔ اندھیرے کے باوجود اس کے جسم پر موجود فوجی وردی کیپٹن شکیل کو صاف نظر آ رہی تھی۔ اس کا قد بت اور ڈیل ڈول دیکھ کر کیپٹن شکیل نے فوراً ہی ایک نیا منصوبہ بنا لیا اور پھر وہ اس درخت کی آڑ سے نکل کر زمین پر رینگتا ہوا تیزی سے اس طرف کو بڑھنے لگا جدھر وہ فوجی موجود تھا۔ کیپٹن شکیل نے حتی الوسع

کوشش کی کہ کوئی آواز نہ نکلے اور وہ اس میں کامیاب بھی رہا۔ چند لمحوں بعد وہ اس فوجی سے تھوڑی دور ایک درخت کی آڑ میں رک گیا۔ اس نے جھک کر ایک چھوٹا سا پتھر اٹھایا اور جنگل کے اندر کی طرف تھوڑی دور پھینک دیا۔ پتھر کسی درخت کے تنے سے ٹکرایا اور اس کی آواز کچھ اس انداز سے نکلی جیسے کوئی شے درخت سے نیچے گری ہو۔

"خبردار" ---- فوجی نے اچانک کہا اور پھر وہ مشین گن سنبھالے تیزی سے اس طرف بڑھنے لگا جدھر سے آواز آئی تھی۔ کیپٹن شکیل اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چوڑے تنے کے درخت کی آڑ میں چھپا ہوا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی فوجی اس درخت کے قریب سے گزرا کیپٹن شکیل نے اچانک اس پر چھلانگ لگا دی۔ اس نے سب سے پہلے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر جمایا اور دوسرا ہاتھ اس کی گردن میں حائل کر دیا۔ فوجی نے تیزی سے پلٹنے کی کوشش کی مگر کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے اپنا گھٹنا اس کی ریڑھ کی ہڈی کے ایک مخصوص مہرے پر پوری قوت سے مارا اور دوسرے لمحے فوجی کا جسم مفلوج ہوتا چلا گیا۔ ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا۔ کیپٹن شکیل نے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اب نہ اٹھ سکے گا اور نہ بول سکے گا۔ گوریلا انداز جنگ میں اس قسم کی ضربات کی خصوصی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ وہ ایسی ضربات کا ماہر تھا۔ فوجی کو مفلوج کرتے ہی اس نے اسے درخت کے چوڑے تنے کی آڑ میں گھسیٹا اور پھرتی سے اس

کی وردی اتارنے لگا۔ اس نے زیادہ سے زیادہ چند لمحے لگائے اور
کے جسم سے وردی اتار لی۔ فوجی قدوقامت اور ڈیل ڈول میں ا
کے برابر تھا اسی لئے اس نے اپنا منصوبہ بدلا تھا اور پھر اس نے چند
لمحوں میں فوجی وردی اپنے کپڑوں کے اوپر پہن لی اور سر پر کیپ ر
وہ مشین گن سنبھالے تیزی سے واپس مڑا۔ وہ اسی انداز میں چل
تھا جس انداز سے آنے والے کو دیکھا تھا۔ اس کا رخ اسی جیپ
طرف تھا جہاں سے وہ فوجی اترا تھا۔

"کیا ہوا کیپٹن سریندر۔ کوئی نظر آیا"---- جیپ سے ایک
سرگوشی ابھری۔

"ہاں۔ میں نے انہیں چیک کر لیا ہے۔ وہ چھپے ہوئے ہیں۔
میرے ساتھ"---- کیپٹن شکیل نے حتی الوسع اپنی آواز دبا
ہوئے کہا اور پھر اس کے کہنے پر جیپ میں سے فوجی اترنے شروع
گئے۔ یہ تعداد میں پانچ تھے اور ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں

"کرنل سنگھ کو آپریشن کی اطلاع دے دو"---- ان میں سے ایک
نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بعد میں دیکھا جائے گا۔ میں اس کا کریڈٹ لینا چاہتا ہوں"۔ کیپٹن
شکیل نے جواب دیا اور پھر تیزی سے جنگل کی طرف بڑھنے لگا۔
انہیں سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا تاکہ اس کی شناخت نہ ہو
اور اس کی توقع کے عین مطابق پانچوں فوجی جو سپاہی تھے تیزی
اس کے پیچھے لپکے۔ کیپٹن شکیل انہیں مختلف راستوں سے لے کر

میں داخل ہوا تھا۔ اس نے دانستہ ایسا کیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا
۔ سپاہی کیپٹن سریندر کو دیکھ سکیں۔ پھر جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا گیا
کا ذہن یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح اپنی شناخت کرائے کیونکہ
ے ساتھی کہیں دشمن کے دھوکے میں اس پر نہ حملہ کر دیں۔
شکیل ان سپاہیوں کو لئے آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر جب وہ عین
جگہ پہنچا جہاں سیکرٹ سروس کے ممبران چھپے ہوئے تھے تو اچانک
ٹ سروس کے ممبران نے درختوں پر سے چھلانگیں لگا دیں۔ سپاہی
چونکے تھے اس لئے ان میں سے دو اس اچانک حملے سے قابو میں
سکے اور انہوں نے فائرنگ کی کوشش کی مگر کیپٹن شکیل نے پھرتی
لات مار کر ایک کی گن اس کے ہاتھ سے اڑا دی جبکہ دوسرے
فائر کھول دیا۔ جسے چوہان نے بجلی کی سی تیزی سے گرا کر قابو کر لیا
دوسرا فائر نہ کر سکا۔ ادھر صفدر نے کیپٹن شکیل پر چھلانگ لگا
تھی مگر کیپٹن شکیل نے جھکائی دے کر اس کا حملہ بچایا اور اسی لمحے
نے ایک سپاہی کے گن لات مار کر اس کے ہاتھ سے نکال دی
۔ اس کی اس حرکت پر صفدر چونک کر رک گیا۔
"صفدر۔ میں شکیل ہوں"---- کیپٹن شکیل نے ایک سپاہی کو
ہاتھوں پر اٹھا کر نیچے پھینکتے ہوئے کہا اور صفدر پھرتی سے
سرے سپاہی کی طرف بڑھ گیا جو جولیا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیکرٹ
وس کے ممبران نے چند ہی لمحوں میں سپاہیوں پر قابو پا لیا مگر چونکہ
بار فائر ہو چکا تھا اس لئے کیپٹن شکیل کو خطرہ تھا کہ دوسرے فوجی

اندر نہ گھس آئیں۔

"ان کے لباس اتار کر اپنے لباسوں پر پہن لو۔ جلدی کرو میں آ
جا کر آنے والوں کو روکتا ہوں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مشین گ
سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اس طرف بڑھ گیا جدھر ف
جیپیں موجود تھیں۔ اس نے دیکھا کہ فوجی جوان جیپوں سے اتر کر
آ کھڑے ہوئے تھے اور ان کی نظریں جنگل پر جمی ہوئی تھیں وہ ای
درخت کی آڑ میں رک گیا۔ تقریباً تین منٹ سے بھی کم عرصے میں
ساتھی فوجی لباس میں ملبوس اس سے آن ملے۔

"میرا نام کیپٹن سریندر ہے۔ بس اتنا یاد رکھنا۔ چال فوجی رکھنا ا
میرے پیچھے چلے آؤ"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر وہ انہیں
ہوئے تیزی سے اپنی جیپ کی طرف بڑھنے لگا۔

"وہ تعداد میں پندرہ ہیں اور جنگل کی جنوبی سمت بھاگ گ
ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سرگوشیانہ لہجے میں ایک اور فوجی اف
سے مخاطب ہو کر کہا جس کے کاندھے پر اسے کیپٹن کے عہدے ک
بیج لگے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

"اوہ۔ اس سلسلے میں کرنل سنگھ کو رپورٹ کرنی پڑے گی۔
میرے ساتھ"۔۔۔۔ دوسرے کیپٹن نے کہا اور تیزی سے ایک جیپ
کی طرف بڑھنے لگا۔

"میں خود کرنل کو جا کر رپورٹ کرتا ہوں۔ میں نے ان کے حلیے
دیکھ لئے ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے تیز لہجے میں کہا اور پھر بھاگ ک

ر جیپ میں سوار ہو گیا جس سے اس نے سپاہیوں کو اترتے دیکھا
۔ اس کے ساتھی بھی اسے سوار ہوتا دیکھ کر تیزی سے جیپ میں
سوار ہو گئے اور پھر اس سے پہلے کہ دوسرا کیپٹن کچھ کہتا کیپٹن شکیل
نے جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا ایک جھٹکے سے جیپ آگے بڑھا دی۔
جیپوں کی قطار سے نکل کر وہ آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر ایک بائی روڈ
کے سرے پر اس نے جیپ کا رخ بدل دیا۔ اب وہ ان سے ہٹ کر
جنگل کی سمت بڑھا چلا جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ بائی روڈ پر مڑا اچانک
جیپ میں لگا ہوا ٹرانسمیٹر جاگ پڑا۔

"ہیلو ہیلو۔ کیپٹن سریندر تم کہاں جا رہے ہو۔ اوور"۔ ٹرانسمیٹر میں
سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"میں ہیڈکوارٹر جا رہا ہوں سر۔ ایک اہم رپورٹ لے کر۔ اوور"۔
کیپٹن شکیل نے ویسے ہی کہہ دیا۔

"تم کون ہو۔ تم کیپٹن سریندر نہیں ہو سکتے۔ جہاں ہو وہیں رک
جاؤ۔ اٹ از آرڈر فار یو"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز
مزید سخت ہو گئی مگر کیپٹن شکیل بھلا کہاں جیپ روکنے والا تھا۔ اس نے
رفتار اور تیز کر دی۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر کا بلب خود بخود بجھ گیا۔

"اب ہمیں گھیرا جائے گا اس لئے جتنی جلد ممکن ہو سکے اس جیپ
سے پیچھا چھڑا لیا جائے"۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس نے
ایک جھٹکے سے جیپ روک دی اور سب تیزی سے نیچے اتر کر ایک

طرف بھاگتے چلے گئے۔ انہیں دور سے روشنیاں نظر آنے لگی تھیں جو انتہائی تیزی سے ان کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھیں۔ یہ ایک وسیع میدان تھا جس میں قد آدم جھاڑیاں تھیں اور کسی گاؤں کی روشنیاں ٹمٹماتی نظر آ رہی تھیں۔

"یہاں میدان میں تو ہم گھیر لئے جائیں گے"۔۔۔ تنویر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایسا کریں پھیل کر مختلف جھاڑیوں میں چھپ . ئیں جب فوجی سپاہی ہمیں ڈھونڈنے کے لئے یہاں پھیلیں تو ان میں مل جائیں۔ بعد میں دیکھا جائے گا"۔۔۔ نعمانی نے تجویز پیش کی۔

"نہیں۔ اس طرح ہم علیحدہ ہو کر مارے جائیں گے اور ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکیں گے"۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"پھر آخر کیا کیا جائے"۔۔۔ تنویر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا آسمان پر ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

"ہماری تلاش وسیع پیمانے پر شروع ہو گئی ہے فوری طور پر کوئی حل نکالا جائے"۔۔۔ صدیقی نے کہا۔ جیپوں کی روشنیاں اب کافی نزدیک آ چکی تھیں۔

"میرا خیال ہے ہم اس گاؤں کی طرف بھاگیں۔ شاید وہاں کوئی بات بن جائے۔ اس میدان میں تو ہم یقیناً یا تو پکڑے جائیں گے یا گولیوں کا نشانہ بن جائیں گے"۔۔۔ جولیا نے تجویز پیش کی اور اس

ت نازک صورتحال کی بنا پر سب نے اس کی تائید کی اور وہ تیزی سے گاؤں کی طرف بھاگنے لگے مگر گاؤں وہاں سے کافی دور تھا جبکہ ہیلی کاپٹر ان کے سر پر اڑ رہا تھا اور جیپوں کی روشنیاں نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی تھیں اور جیپیں نیم دائرے کی صورت میں آگے بڑھ رہی تھیں اور انہیں لمحہ بہ لمحہ احساس ہوتا جا رہا تھا کہ وہ بچ نہیں سکتے۔ انہیں ہر حالت میں گھیر لیا جائے گا۔

"تم نے رہنمائی کے لئے کہا تھا کیپٹن شکیل۔ اب کرو رہنمائی"۔ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں۔ ہم خواہ مخواہ بھاگے جا رہے ہیں ابھی ایک راستہ موجود ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے یکدم کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی سب رک گئے۔

"آپ سب ایک دائرے کی صورت میں پھیل جائیں اور جیپوں کو فائرنگ کر کے روکیں میں یہاں سے نکلنے کی ترکیب کرتا ہوں"۔ کیپٹن شکیل نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ سب تیزی سے نیم دائرے کی صورت میں پھیلتے چلے گئے۔ ابھی جیپیں اتنی نزدیک نہیں آئی تھیں کہ فائرنگ کی زد میں آ سکیں۔ ہیلی کاپٹر نے ایک چکر لگایا اور پھر نیچی پرواز کرتا ہوا ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر سے مشین گن کا فائر ہوا اور گولیاں تڑتڑاتی ہوئی ان کے قریب سے گزرتی چلی گئیں۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل کی مشین گن نے شعلے اگلے اور ہیلی کاپٹر سے چیخ بلند ہوئی اور ایک جسم قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آ گرا۔ ہیلی کاپٹر تیزی

سے اوپر اٹھنے لگا ہی تھا کہ کیپٹن شکیل نے بجلی کی سی تیزی سے گھوم کر ایک بار پھر فائر کر دیا۔ اب اس کی مشین گن کی زد میں ہیلی کاپٹر کا پائلٹ آ گیا اور ہیلی کاپٹر سے ایک بار پھر چیخ بلند ہوئی اور ہیلی کاپٹر ایک زبردست جھٹکے سے نیچے آنے لگا۔ زمین سے چند فٹ کی بلندی پر آ کر ہیلی کاپٹر ایک بار پھر اوپر اٹھنے لگا۔ کیپٹن شکیل نے اسے اٹھتے دیکھا تو وہ تیزی سے بھاگا اور پھر اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اب وہ ہیلی کاپٹر کے پیڈز سے لٹکا ہوا تھا۔ اتنے میں سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبران نے جیپوں پر فائر کھول دیئے۔ انہوں نے جیپوں کے ٹائروں کو نشانہ بنایا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیپیں وہیں رک گئیں اور ان میں سے فوجی نکل نکل کر جھاڑیوں کی آڑ لینے لگے۔ کیپٹن شکیل نے تیزی سے اپنے جسم کو موڑا اور پھر وہ پیڈز پر پیر رکھ کر پائلٹ کی سیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ پائلٹ اپنی سیٹ پر بیٹھا جھوم رہا تھا اس کے پہلو سے خون نکل نکل کر نیچے گر رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے پائلٹ کا بازو پکڑ کر اچانک زور سے جھٹکا دیا اور پائلٹ سر کے بل الٹ کر نیچے فضا میں گرتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر تیزی سے نیچے گرنے لگا۔ چونکہ ہیلی کاپٹر کی بلندی کچھ زیادہ نہ تھی اس لئے خطرہ تھا کہ وہ نیچے گر کر پاش پاش ہو جائے گا۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے کام لیا اور پھر ابھی ہیلی کاپٹر زمین سے چند فٹ کی بلندی پر تھا کہ کیپٹن شکیل نے اس کا کنٹرول سنبھال لیا اور پھر خود اس نے اسے زمین پر ٹکا دیا۔

"بھاگ کر آؤ"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے زور سے کہا۔ سیکرٹ سروس کے ممبران فائرنگ کرتے ہوئے تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھنے لگے۔ جیپوں سے اترنے والے فوجی بھی مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر سیکرٹ سروس کے ممبران تیزی سے ہیلی کاپٹر پر چڑھنے لگے۔ سب سے پہلے تنویر اوپر چڑھا اور سب سے آخر میں صفدر اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکے سے فضا میں بلند کیا اور پھر اسے بلندی پر لیتا چلا گیا۔ آنے والے فوجیوں نے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کی مگر ہیلی کاپٹر ان کی زد میں نہ آ سکا اور دیکھتے ہی دیکھتے محفوظ بلندی پر پہنچ گیا۔ کیپٹن شکیل انتہائی تیز رفتاری سے ہیلی کاپٹر کو آگے بڑھائے لئے جا رہا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ گاؤں کے اوپر سے گزرتے چلے گئے۔ صفدر نے ہیلی کاپٹر میں بیٹھتے ہی جیب سے قطب نما اور نقشہ نکال کر گھٹنے پر رکھ لیا اور پنسل ٹارچ کی مدد سے اسے چیک کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے سر اٹھایا اور کیپٹن شکیل سے کہنے لگا۔

"شمال مشرق کی سمت چلو۔ یہاں سے پچاس میل دور ریل کی پٹڑی گزرتی ہے وہاں سے شاید ہمیں نکل جانے کا موقع مل جائے"۔ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کسی بھی وقت لڑاکا جہاز ہمیں کور کرنے کے لئے پہنچ سکتے ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہیلی کاپٹر کا رخ شمال مشرق کی طرف کر دیا اور اس کی

رفتار ممکنہ حد تک تیز کر دی۔ ہیلی کاپٹر خاصی بلندی پر پرواز کر رہا تھا کہ اچانک ہیلی کاپٹر کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور اس کے ساتھ ہی خودبخود اس کا رخ مڑتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل نے اسے موڑنے کی بیحد کوشش کی مگر وہ یہ محسوس کر کے حیرت زدہ رہ گیا کہ ہیلی کاپٹر کی مشینری بالکل جام ہو چکی تھی اور اب اسے موڑنا' چلانا' اوپر کرنا یا نیچے کرنا اس کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا۔ ہیلی کاپٹر کا رخ کیوں مڑ گیا ہے"---- قریب بیٹھی ہوئی جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"اس کی مشینری جام ہو چکی ہے۔ شاید اسے ریڈیو کنٹرول کر لیا گیا ہے"---- کیپٹن شکیل نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا اور اس کی بات سن کر سب ممبران بری طرح چونک پڑے۔ ہیلی کاپٹر اتنی بلندی پر تھا کہ وہ نیچے چھلانگ بھی نہیں لگا سکتے تھے اور نیچے ویسے بھی گھپ اندھیرا تھا۔ کچھ معلوم نہیں تھا کہ نیچے سخت زمین ہے یا کیا ہے۔ اب وہ سب بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ ہیلی کاپٹر تیزی سے ایک سمت اڑا چلا جا رہا تھا اور وہ بے بس بیٹھے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں دیواروں کے ساتھ مشینیں فٹ تھیں۔ درمیان میں ایک لوہے کی میز پڑی ہوئی تھی جس کے پیچھے ایک کرسی موجود تھی۔ کمرے کے درمیان ایک قوی ہیکل نوجوان بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا اس کے چہرے پر تشویش اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اچانک کمرے میں زوں زوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ نوجوان تیزی سے ایک مشین کی طرف بڑھا۔ یہ ایک جدید ترین ٹرانسیٹر تھا اس نے اس کا بٹن دبایا اور ہیڈ فون اتر کر کانوں پر چڑھا لیا۔

"لیں شاگل سپیکنگ۔ اوور"---- نوجوان نے تیز لہجے میں کہا۔

"نمبر سکس سپیکنگ سر۔ اوور"---- دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری۔

"رپورٹ دو۔ اوور"---- شاگل نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر۔ براڈوے ہوٹل کا کمرہ خالی پڑا ہے وہاں موجود نگرانی کرنے والے بھی حیران ہیں کیونکہ اس دوران ایک بھی شخص اوپر سے نیچے نہیں اترا۔ اوور"۔۔۔۔ نمبر سکس نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے وہ واقعی عمران ہی ہو گا۔ اس سے یہ بعید نہیں کہ وہ بیٹھے بیٹھے غائب ہو جائے۔ کاش مجھے پہلے علم ہو جاتا۔ اوور"۔۔۔۔ شاگل نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"سر۔ ویسے حیرت ہے کہ آخر وہ کہاں چلا گیا اور کیسے چلا گیا۔ اوور"۔۔۔۔ نمبر سکس نے کہا۔

"تم اس بات کو چھوڑو اور شہر میں نگرانی سخت کر دو۔ جو مشکوک آدمی نظر آئے اسے ہر حالت میں ہیڈکوارٹر لے آؤ اور اچھی طرح چیک کرو اگر عمران یہاں پہنچ چکا ہے تو یقیناً سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبران بھی آ گئے ہوں گے۔ اگر ان میں سے ایک بھی ہمارے ہتھے چڑھ گیا تو ہم پورے گروپ کا قلع قمع کر سکیں گے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ شاگل نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"کاش یہ کوڈ ہمارے ماہرین فوری طور پر سمجھ سکتے جس میں عمران نے اپنے ساتھی سے گفتگو کی تھی۔ اس وقت عمران میرے پنجے میں پھڑپھڑا رہا ہوتا اور میں اس کی ایک ایک بوٹی اپنے ہاتھ سے علیحدہ کرتا"۔۔۔۔ شاگل نے ہاتھ ملتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کہا مگر اب وہ بے بس تھا۔ عمران چکنی مچھلی کی طرح اس کے ہاتھوں سے پھسل گیا

تھا۔ وہ چند لمحے ٹہلتا رہا پھر اس کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا اور وہ تیزی سے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی طرف جھپٹا۔ اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ دوسرے لمحے رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس۔ کال ریسرچ سنٹر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

"شاگل سپیکنگ۔ رابرٹ سے بات کراؤ"۔۔۔۔ شاگل نے سخت لہجے میں کہا۔

"او کے سر۔ ہولڈ کریں"۔۔۔۔ نسوانی آواز نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"یس۔ رابرٹ سپیکنگ باس"۔۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری آواز گونجی۔

"رابرٹ۔ کسی طرح معلوم کرو کہ عمران کو کال کہاں سے کی گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ عمران ہوٹل سے نکل کر وہیں گیا ہو گا"۔ شاگل نے کہا۔

"میں کوشش کر رہا ہوں باس۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم بات بھی سامنے آئی ہے جو انتہائی تشویشناک ہے"۔۔۔۔ رابرٹ نے جواب دیا۔

"وہ کون سی بات ہے"۔۔۔۔ شاگل نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"باس۔ ایس ایس ڈبلیو کا راز فاش ہو گیا ہے۔ عمران کی کال کو اب مکمل طور پر ڈی کوڈ کر لیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی

ناٹران نے عمران کو اطلاع دی ہے کہ جس ایجاد کو شکر گڑھ پر آزمایا گیا ہے اسے ایس ایس ڈبلیو کہا جاتا ہے اور یہ پروفیسر مارٹن کی ایجاد ہے اور یہ بھی کہ اس ایجاد کے وسیع پیمانے پر استعمال کے لئے اسے راما تند چوٹی پر نصب کیا گیا ہے"۔۔۔۔ رابرٹ نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ ٹاپ سیکرٹ بھی افشا ہو گیا۔ یہ بہت بری خبر ہے۔ اب عمران اپنی تمام تر توانائیاں اس ایجاد کو تباہ کرنے پر صرف کردے گا"۔۔۔۔ شاگل کا لہجہ بگڑا ہوا تھا۔

"یس باس۔ اس کے ساتھ ساتھ جوشان آپریشن کے متعلق بھی اس ناٹران نے بتایا ہے"۔۔۔۔ رابرٹ نے جواب دیا۔

"اور پھر باقی کیا رہا۔ سب راز تو دشمنوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی کالی بھیڑ کسی اونچے عہدے پر فائز ہے"۔ شاگل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"یس باس"۔۔۔۔ رابرٹ نے جواب دیا۔

"اب اس کال کے مرکز کا پتہ چلانا اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ ہمیں انتہائی تیز رفتاری سے کام کرنا پڑے گا ورنہ عمران ہمیں زبردست نقصان بھی پہنچا سکتا ہے"۔۔۔۔ شاگل نے کہا۔

"باس۔ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن ابھی تک کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ ہماری مشینیں کال کا مرکز جس جگہ کو دکھا رہی ہیں وہاں چٹیل میدان ہے۔ صحیح صورت حال کا اندازہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ایک بار پھر وہاں سے کال کی جائے"۔

رابرٹ نے پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کوشش جاری رکھو"۔۔۔۔ شاگل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ رابرٹ نے اس کی پریشانیوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ ناٹران کون ہے۔ جو اتنے اہم راز تک اتنی آسانی سے پہنچ گیا ہے۔ شاگل کرسی پر بیٹھ کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے ٹیلی فون دوبارہ اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس۔ آپریشن آر سنٹر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"چیف آف سیکرٹ سروس شاگل سپیکنگ۔ چیف آف آپریشن سے بات کراؤ"۔۔۔۔ شاگل نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ایک منٹ ہولڈ کیجئے"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"یس چیف سپیکنگ"۔۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک کرخت آواز ابھری۔

"شاگل سپیکنگ"۔۔۔۔ شاگل نے کہا۔

"جی فرمائیے"۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپریشن آر کا راز افشا ہو گیا ہے۔ چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس کا کھوج نکال لیا ہے"۔۔۔۔ شاگل نے کہا۔

"اوہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسا ناممکن ہے"۔۔۔۔ چیف نے بوکھلا

کر کہا۔

"سب کچھ ممکن ہے چیف۔ میں نے کال اس لئے کی ہے کہ آپ
نگرانی سخت کر دیں اور اس کالی بھیڑ کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں جس
کی وجہ سے یہ راز لیک آؤٹ ہوا ہے"۔۔۔۔ شاگل نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مگر اب کیا ہو گا۔ اگر ہمارا یہ منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا تو
زبردست بحران آ جائے گا"۔۔۔۔ چیف نے تشویش سے پر لہجے میں
کہا۔

"آپ اپنا منصوبہ جاری رکھیں۔ یہ میرا کام ہے کہ دشمن ایجنٹوں
کو کور کروں۔ بہرحال نگرانی پہلے سے سخت کر دیں"۔ شاگل نے کہا

"ٹھیک ہے میں خیال رکھوں گا"۔۔۔۔ چیف نے جواب دیا اور
شاگل نے رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے ایک اور ٹرانسیٹر کا بلب جلنے بجھنے
لگا۔ شاگل نے چونک کر اس ٹرانسیٹر کی طرف دیکھا اور اس کے
چہرے پر پریشانی کی لکیریں مزید گہری ہو گئیں۔ اس ٹرانسیٹر کا تعلق
ملٹری انٹیلی جنس سے تھا چنانچہ ظاہر ہے کہ کوئی خاص بات ہو گئی ہو
گی۔ اس نے تیزی سے اس کا بٹن آن کیا۔

"چیف آف سیکرٹ سروس شاگل سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ شاگل
نے باوقار لہجے میں کہا۔

"زیرو ون آف ملٹری انٹیلی جنس فرام دس اینڈ۔ اوور"۔ دوسری
طرف سے ایک بھاری آواز گونجی۔

"یس۔ اوور"۔۔۔۔ شاگل نے چونکتے ہوئے کہا کیونکہ زیرو ون

ی کال صرف اسی وقت آتی تھی جب کوئی خاص بات ہو۔

"پاکیشیا کے جہاز نے مون سونی جنگل میں کچھ چھاتہ بردار اتارے
یں جسے ہمارے راڈار نے اس وقت چیک کیا جب وہ چھاتہ بردار اتار
ہا تھا۔ جہاز بچ کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ ہم نے فوری طور پر
نگل کے گرد گھیرا ڈال لیا مگر وہ چھاتہ بردار جو تعداد میں سات تھے
اری ایک جیپ لے اڑے۔ بعد میں انہیں کور کیا گیا تو انہوں نے
ارے ایک ہیلی کاپٹر پر قبضہ کر لیا۔ اب یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ
ہ ہیلی کاپٹر ریڈیو کنٹرول تھا چنانچہ ہیلی کاپٹر پر کنٹرول کر لیا گیا اور اب
ے انٹیلی جنس ہیڈ کوارٹر لایا جا رہا ہے۔ آپ فوراً وہاں پہنچ جائیں۔
کوڑ سی گل ہو گا۔ اوور"۔۔۔۔ زیرو ون نے کہا۔

"اوہ۔ بہت اہم اطلاع ہے۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔ ان کی نگرانی
سخت ہونی چاہئے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ شاگل نے کہا اور اس کے
ساتھ ہی اس نے ٹرانسیٹر کا بٹن آف کر دیا اور کمرے کی جنوبی دیوار
میں لگے ہوئے دروازے سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر
بعد جب وہ باہر نکلا تو اس نے لباس بھی تبدیل کر لیا تھا اور میک اپ
بھی۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ آپریشن روم سے نکلتا چلا گیا۔ اس کا دل
کہہ رہا تھا کہ یہ چھاتہ بردار ضرور سیکرٹ سروس کے ممبران ہوں گے
اور اگر یہ لوگ قابو چڑھ جائیں تو وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا مکمل طور
پر قلع قمع کر سکتا ہے۔ یہی سوچتے ہوئے اس نے کار نکالی اور پھر
ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلتا چلا گیا۔

عمران فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ناٹران نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"لیس ناٹران سپیکنگ"۔۔۔۔ ناٹران کا لہجہ بیحد سخت تھا۔

"باس۔ مون سوئی جنگل میں سات چھاتہ بردار اترے ہیں مگر جہاں چیک کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ ملٹری نے جنگل کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ چھاتہ برداروں نے گھیرا توڑ دیا اور ملٹری کی ایک جیپ لے کر نکل گئے مگر انہیں چیک کر کے ایک بار پھر گھیر لیا گیا مگر چھاتہ برداروں نے ملٹری کے ایک ہیلی کاپٹر پر قبضہ کر کے یہ گھیرا توڑ دیا مگر یہ ہیلی کاپٹر ریڈیو کنٹرولڈ تھا اس لئے ملٹری انٹیلی جنس ہیڈکوارٹر نے اسے فضا میں ہی کنٹرول کر لیا اور اب وہ اسے ملٹری انٹیلی جنس ہیڈکوارٹر لا رہے ہیں"۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے کہا۔

"اوہ۔ یہ چھاتہ بردار پاکیشیا سیکرٹ سروس سے متعلق ہیں انہیں

کسی حالت میں بھی دشمن کے قبضے میں نہیں جانا چاہئے۔ تم اپنے سیکشن کو ہدایت دے دو کہ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے انہیں انٹیلی جنس کے قبضے سے چھڑانا ہے"۔۔۔۔ ناٹران نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"بہتر باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ میں نے ویسے بھی اپنے سیکشن کو ہوشیار کر دیا ہے"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"او کے۔ مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ دیتے رہنا"۔۔۔۔ ناٹران نے حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

"سیکرٹ سروس کے ممبران کو کیسے چیک کر لیا گیا۔ کیا تم نے فوری طور پر کام شروع نہیں کیا تھا"۔۔۔۔ عمران نے ناٹران سے پوچھا۔

"میں نے سیکشن کو ہدایت دے دی تھی مگر شاید ان کے حرکت میں آنے سے پہلے وہ گھیرے میں لے لئے گئے"۔۔۔۔ ناٹران نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ اب تم مجھے کوئی ایسا آدمی دو جو تمہاری نظر میں انتہائی ذہین' ہوشیار' چالاک اور مستعد ہو۔ میں اس کے ساتھ رہ کر راماند چونی کا جائزہ لینا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اس کے لئے میں فیصل جان کی سفارش کروں گا۔ وہ یقیناً آپ کی توقعات پر پورا اترے گا"۔۔۔۔ ناٹران نے فوراً جواب دیا۔

"اس کی فائل تمہارے پاس موجود ہے"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ میں پیش کرتا ہوں"۔۔۔۔ ناٹران نے کہا اور پھر اٹھ کر

کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک فائل اٹھائے واپس آ گیا۔ اس نے فائل عمران کے سامنے رکھ دی۔ عمران نے فائل کھول کر سب سے پہلے فیصل جان کا فوٹو غور سے دیکھا اور پھر اس کے کوائف اور سابقہ تجربات کی تفصیلات پڑھنے لگا۔ پوری فائل پڑھنے کے بعد اس نے فائل بند کر دی۔

"ٹھیک ہے۔ یہ آدمی صحیح رہے گا۔ اب میں چلتا ہوں تم اس آدمی کو سپیشل بی سکس ٹرانسمیٹر دے کر میرے پاس بھیج دو"۔۔۔۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ اب کہاں جا رہے ہیں"۔۔۔۔ ناٹران نے پوچھا۔

"شاملان کالونی میں سیکنڈ ہیڈکوارٹر کو میں اپنا مرکز بناؤں گا تم وہاں کے نگران وغیرہ کو اطلاع دے دو۔ کوڈ سیاہ پرندہ رہے گا اور سیکرٹ سروس کے ممبران کے متعلق جو رپورٹ ملے وہ مجھے وہیں دے دینا"۔ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب۔ میں ابھی سیکنڈ ہیڈکوارٹر کے نگران کو آپ کی آمد کی اطلاع دے دیتا ہوں اور فیصل جان کو بھی وہیں پہنچنے کی تاکید کر دیتا ہوں"۔۔۔۔ ناٹران نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ مکمل طور پر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ ٹرانسمیٹر اب صرف سپیشل بی سکس ہی استعمال کرنا۔ صرف وہی ایسا ٹرانسمیٹر ہے جو یہاں چیک نہ ہو سکے گا"۔۔۔۔ عمران نے اسے مزید ہدایت دی۔

"بہتر سر۔ میں خیال رکھوں گا"۔۔۔۔ ناٹران نے جواب دیا اور عمران سرہلاتا ہوا تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ عمارت سے باہر آ کر وہ چوک تک پیدل چلتا گیا پھر اس نے وہاں سے ایک خالی ٹیکسی لی اور ٹیکسی کو شاملان کالونی چلنے کے لئے کہا۔ ٹیکسی مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی تھوڑی دیر بعد شاملان کالونی میں داخل ہو گئی۔ عمران نے اسے ایک چوک پر رکوایا اور کرایہ دے کر آگے بڑھ گیا۔ جلد ہی وہ ایک سائیڈ پر بنی ہوئی سرخ رنگ کی کوٹھی کے گیٹ پر کھڑا تھا۔ کال بیل دباتے ہی پھاٹک کے ذیلی کھڑکی سے ایک قوی ہیکل نوجوان باہر نکل آیا۔

"سیاہ پرندہ"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"تشریف لائیے صاحب۔ مجھے ہیڈکوارٹر سے اطلاع مل چکی ہے"۔۔۔۔ نگران نے مودبانہ لہجے میں کہا تو عمران کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ کوٹھی وسیع و عریض رقبے پر بنی ہوئی تھی۔ کوٹھی کے گیٹ پر پروفیسر ہاشم خان کے نام کی تختی موجود تھی اس لئے اس نے اپنا یہی نام اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

"گیراج میں دو کاریں موجود ہیں جناب۔ یہ چابیاں ہیں"۔ نگران نے جیب سے چابیاں نکالتے ہوئے کہا۔

"دونوں کاروں کی پٹرول ٹینکیاں بھری ہوئی ہیں"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب"۔۔۔۔ نگران نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے تمہارا"—— عمران نے پوچھا۔

"جوزف جناب"—— نگران نے جواب دیا۔

"یہ جناب کیا تمہارا نام ہے"—— عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ میرا نام جوزف ہے"—— نگران نے خفیف ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا جاؤ۔ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے آج سے میرا نام پروفیسر ہاشم خان ہو گا اور میں اس کوٹھی کا مالک ہوں۔ سمجھے"—— عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب"—— جوزف نے جواب دیا۔

"ابھی ایک آدمی آئے گا۔ کوڈ سیاہ پرندہ ہو گا اسے فوراً میرے پاس لے آنا"—— عمران نے اسے سمجھایا۔

"بہتر جناب۔ جوزف نے جواب دیا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران نے اس کے جاتے ہی اٹھ کر کمرے کی الماری کھولی۔ اس میں قسم قسم کے لباس موجود تھے۔ میک اپ کا سامان بھی موجود تھا چنانچہ اس نے نیا میک اپ کر کے لباس تبدیل کر لیا۔ ہیڈ کوارٹر میں چونکہ ہر قسم کا سامان پہلے سے موجود رہتا تھا اور عمران جب بھی کافرستان میں آتا تھا اسی جگہ رہتا تھا اس لئے اسے ہر چیز کے بارے میں بخوبی علم تھا اس نے سپیشل بی سکس ٹرانسمیٹر نکال کر جیب میں ڈال لیا اور ایک ریوالور بھی منتخب کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اب وہ کام

لنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور زف اندر داخل ہوا۔

"وہ آدمی آگیا ہے جناب"—— اس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"لے آؤ اسے اور تم پھاٹک پر جاؤ"—— عمران نے جواب دیا ر جوزف سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی یک قوی ہیکل نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کا قد چھ فٹ سے زیادہ تھا۔ جسم انتہائی ٹھوس اور سڈول تھا۔ چہرے مہرے سے وہ انتہائی جیہہ اور ذہین دکھائی دے رہا تھا۔

"فیصل جان سر۔ مجھے باس نے آپ کے پاس آنے کا حکم دیا ہے"—— فیصل جان نے آتے ہی کہا۔

"پھر میں کیا کروں"—— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور فیصل جان اس کا جواب سن کر حیرت زدہ انداز میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

"او کے۔ میں باس کو رپورٹ کر دوں گا"—— فیصل جان نے چند لمحوں کے بعد کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"سنو"—— عمران نے اسے جاتا دیکھ کر آواز دی۔

"لیں"—— فیصل جان نے قدرے غصیلے انداز میں مڑتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو"—— عمران نے اس بار سنجیدگی سے کہا اور فیصل جان خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میرے متعلق تمہارے باس نے کیا بتایا ہے"—— عمران نے پوچھا۔

"یہی کہ آپ کے ساتھ کام کروں گا"—— فیصل جان نے مختصر لفظوں میں جواب دیا۔

"کیا کام کر سکتے ہو"—— عمران نے پوچھا۔

"جو آپ حکم دیں"—— فیصل جان نے کہا۔

"تو پھر سر کے بل کھڑے ہو جاؤ"—— عمران نے اسے باقاعدہ حکم دیتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے عمران بھی حیرت زدہ رہ گیا جب اس نے دیکھا کہ فیصل جان تیزی سے کرسی سے اٹھا اور سر کے بل فرش پر کھڑا ہو گیا۔

"گڈ۔ بس ٹھیک ہے اب تم دوبارہ کرسی پر بیٹھ سکتے ہو"۔ عمران نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور فیصل جان خاموشی سے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے تمہاری یہ فرمانبرداری بیحد پسند آئی ہے اور اب میں نے تمہیں اپنا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یقین رکھو دوست کہ میرا ساتھی بن کر تمہیں یقیناً خوشی ہو گی"—— عمران نے کہا۔

"خوشی ہو نہ ہو مجھے تو حکم کی تعمیل کرنی ہے"—— فیصل جان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"سپیشل بی سکس ٹرانسمیٹر لے آئے ہو"—— عمران نے پوچھا۔

"لیس باس"—— فیصل جان نے کہا اور جیب سے ٹرانسمیٹر نکال

کر اپنی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے اسے جیب میں رکھ لو اور میرے ساتھ آؤ میں تمہارا میک اپ کر دوں"—— عمران نے کہا اور پھر وہ فیصل جان کو لے کر میک اپ روم میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر نکلے تو فیصل جان باڈی گارڈ کے روپ میں تھا جبکہ عمران نے پہلا میک اپ بدل کر اس بار کسی ریاست کے شہزادے کا میک اپ کر لیا۔

"میں پرنس داور ہوں۔ ریاست شالی گڑھ کا ولی عہد اور تم میرے باڈی گارڈ ہو۔ سمجھے"—— عمران نے فیصل جان کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"لیس پرنس"—— فیصل جان نے جواب دیا۔

"رامانند چوٹی یہاں سے کتنی دور ہے"—— عمران نے پوچھا۔

"یہاں سے سڑک کے ذریعے پانچ سو میل دور ہے جبکہ ریل کے ذریعے فاصلہ کم ہو کر چار سو میل رہ جاتا ہے"—— فیصل جان نے جواب دیا۔

"رامانند کی شمالی سمت ایک گاؤں ہے جھرنی ہمیں اس گاؤں میں جانا ہو گا"—— عمران نے کہا اور پھر اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اس پر مخصوص فریکونسی سیٹ کی۔

"ناٹران سپیکنگ۔ اوور"—— دوسری طرف سے ناٹران کی آواز سنائی دی۔

"سیاہ پرندہ۔ اوور"—— عمران نے کوڈ بتاتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ اوور"۔۔۔۔۔ ناٹران کا لہجہ یکدم مودبانہ ہو گیا۔

"سیکرٹ سروس کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔ اوور"۔ عمران نے پوچھا۔

"ابھی کوئی اطلاع نہیں ملی باس۔ اوور"۔۔۔۔۔ ناٹران نے جواب دیا۔

"او کے۔ میں فیصل جان کے ساتھ رامانند کے شمالی گاؤں جھرنی جا رہا ہوں۔ سیکرٹ سروس کے بارے میں مجھے اطلاع دیتے رہنا۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"یس باس۔ آپ کو اطلاع ملتی رہے گی"۔۔۔۔۔ ناٹران نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر ٹرانسیٹر آف کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آیا۔ فیصل جان کا انداز اب اور زیادہ مودبانہ ہو گیا تھا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اس کا چیف باس بھی عمران کے سامنے مودب ہو جاتا تھا۔ اس سے وہ سمجھ گیا کہ عمران کوئی بہت اونچی شخصیت ہے۔ ابھی تک اسے عمران کے اصل نام کا پتہ نہیں چلا تھا ورنہ وہ شاید اتنا حیران بھی نہ ہوتا کیونکہ عمران کے افسانے ہر جگہ زبان زد عام تھے۔ عمران کمرے سے باہر نکل کر سیدھا گیراج میں آیا۔ یہاں دو کاریں موجود تھیں جن میں سے ایک شیورلیٹ کا نیا ماڈل تھا اور دوسری سپورٹس کار تھی۔ عمران نے شیورلیٹ کار گیراج سے باہر نکالی اور پھر فیصل جان کو ڈرائیونگ کا

اشارہ کرتے ہوئے خود پچھلی سیٹ پر آ گیا۔

"جھرنی کی طرف چلو"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور فیصل جان نے کار کوٹھی سے باہر نکال کر اس کا رخ ہائی وے کی طرف کر دیا۔

"ہائی وے پر زبردست چیکنگ جاری ہے"۔۔۔۔۔ فیصل جان نے پیچھے مڑے بغیر کہا۔

"تم بے فکر رہو۔ بس اتنا یاد رکھنا کہ تم پرنس شالی گڑھ کے باڈی گارڈ اور ڈرائیور ہو"۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر کار کی نشست پر سر ٹکا دیا۔

"ہمیں فوراً کچھ کرنا چاہئے ورنہ ہم سیدھے دشمنوں کی کچھار میں پہنچ جائیں گے"۔۔۔۔ صفدر نے بے چین لہجے میں کہا۔

"صفدر۔ ہمارا جہاز اس وقت جنوب مغرب کی طرف جا رہا ہے۔ نقشے پر چیک کرو کہ راستے میں کہیں دریا وغیرہ بھی پڑتا ہے"۔ کیپٹن شکیل نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"اوہ ہاں۔ اچھا آئیڈیا ہے"۔۔۔۔ صفدر نے چونک کر کہا اور پھر اس نے پھرتی سے جیب سے نقشہ کمپاس اور پنسل ٹارچ نکال لی۔ چند لمحوں تک وہ نقشہ دیکھتا رہا پھر خوشی سے بھرپور لہجے میں کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے صرف دس میل دور دریائے بام چر آتا ہے۔ کافی بڑا دریا ہے"۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"تو سنو دوستو۔ اب یہاں سے چھٹکارے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم دریا میں کود جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ دشمنوں کو اس کا

آئیڈیا تک نہیں ہو گا اور جب تک وہ دریا کو گھیریں گے ہم وہاں سے بآسانی نکل سکتے ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم تیار ہیں"۔۔۔۔ سب نے سرہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب اپنی اپنی نشستوں پر چوکنے اور مستعد ہو کر بیٹھ گئے۔ اتنی بلندی سے اور اس اندھیرے میں بغیر کسی پیراشوٹ کے نیچے چھلانگ لگانا بظاہر ایک حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا مگر یہ سیکرٹ سروس کے ممبران تھے جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندہ رہنا جانتے تھے اس لئے وہ سب ایک لمحے کے لئے بھی نہ جھجکے اور دریا میں کودنے کے لئے تیار ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد انہیں دور نیچے چاندی کی طرح چمکتی ہوئی ایک پٹی سی نظر آنے لگی۔

"ہوشیار۔ ہیلی کاپٹر کی رفتار' اونچائی اور ہوا کے دباؤ کا اندازہ لگا کر چھلانگیں لگائی جائیں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا اور سب ممبران نے اثبات میں سرہلا دیئے۔ ہیلی کاپٹر خاصی تیز رفتاری سے دریا کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا اور صفدر سوچ رہا تھا کہ جس تیز رفتاری سے ہیلی کاپٹر اڑا جا رہا ہے اس لحاظ سے وہ بہت جلد دریا کی پٹی کراس کر جائے گا اس طرح یقیناً ہمارے دو تین ساتھی دریا میں نہیں گریں گے اور دریا میں گرنے کے بعد تو بچ جانے کا ایک فیصد امکان موجود تھا مگر دوسری صورت میں تو بھیانک موت کا تصور بھی لرزا دینے والا تھا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیپٹن شکیل اپنی جگہ

سے اٹھا اور پھر اس کے منہ سے نکلے ہوئے دو الفاظ سنائی دیئے۔ خدا
حافظ اور اس کے ساتھ ہی اس نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس کا ہیولہ
بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح زمین کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ کیپٹن
شکیل کے چھلانگ لگانے کے چند لمحوں بعد تنویر نے چھلانگ لگا دی اور
پھر نعمانی کود پڑا۔ پھر صفدر نے جولیا کو اشارہ کیا اور جولیا بھی فضا میں
کود گئی۔ اب ہیلی کاپٹر دریا کے عین اوپر پہنچ چکا تھا۔ صفدر کو اندیشہ تھا
کہ اب ایک لمحے کی دیر انہیں دریا سے سینکڑوں فٹ دور جا گرائے
گی۔ ہیلی کاپٹر میں صفدر کے ساتھ صدیقی اور چوہان باقی رہ گئے تھے۔
"سب اکٹھے کود جاؤ۔ ریورس ڈائیو" ---- صفدر نے کہا اور پھر
اس نے فضا میں چھلانگ لگا دی۔ اس نے فضا میں جاتے ہی اپنے جسم
کو ایک خصوصی انداز میں قلابازی دی اور اس طرح اس کا جسم آگے
جانے کی بجائے پیچھے کی طرف جانے لگا۔ اسی لمحے اس نے چوہان اور
صدیقی کو بھی کودتے دیکھا۔ ان دونوں نے بھی ریورس ڈائی لگائی اور
صفدر نے نیچے گرتے ہوئے اطمینان کی سانس لی۔ ہیلی کاپٹر دریا کراس
کر کے آگے نکل گیا تھا۔ صفدر کا جسم بندوق میں سے نکلی ہوئی گولی کی
طرح نیچے گرتا چلا جا رہا تھا اس نے اپنے حواس بحال رکھنے کی کوشش
کی۔ چاندی کی طرح چمکتا ہوا پانی لمحہ بہ لمحہ نزدیک سے نزدیک تر آتا
چلا جا رہا تھا۔ صفدر کو اطمینان تھا کہ وہ پانی میں ہی گرے گا۔ اگر وہ
ریورس ڈائی نہ لگاتا تو پھر پانی میں گرنا ناممکن تھا اور پھر ایک زبردست
چھپاکے کے ساتھ وہ پانی کی تہہ میں اترتا چلا گیا۔ اس نے دانستہ اپنا

جسم ذرا سا ٹیڑھا رکھا تھا تاکہ وہ سیدھا تہہ تک نہ چلا جائے بلکہ پانی
میں گرتے ہی وہ تہہ کی طرف جانے کی بجائے آگے بڑھتا چلا جائے
ورنہ اتنی بلندی سے گرنے کے بعد دریا کی تہہ کے ساتھ ٹکرانا ایک
لازمی امر تھا کیونکہ وہ بہرحال دریا تھا سمندر تو نہ تھا کہ جس کی گہرائی
لامحدود ہوتی۔ پانی میں گرنے کے بعد دس منٹ تک تو اس کا جسم
تارپیڈو کی طرح پانی میں آگے بڑھتا چلا گیا پھر وہ رک گیا اور رکتے ہی
اس نے ہاتھ پیر مارے اور تیزی سے دریا کی سطح پر آگیا اور پھر اسے
یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ چاندی کی طرح چمکتے ہوئے پانی میں اس کے دو
ساتھیوں کے سر نظر آ رہے تھے۔ پھر چند لمحوں بعد چوہان اور صدیقی
کے بھی سر نظر آنے لگے۔ وہ صفدر سے کافی دور دریا کے کنارے پر جا
کر ابھرے تھے۔ دریا زور شور سے بہہ رہا تھا۔ صفدر نے ہاتھ اونچا کر
کے ان سب کو شمالی کنارے پر آنے کے لئے کہا اور پھر وہ تیزی سے
تیرتا ہوا کنارے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جب وہ کنارے پر پہنچا تو اس
نے کیپٹن شکیل' تنویر اور جولیا کو کنارے پر کھڑے ہوئے پایا۔ تھوڑی
دیر بعد صدیقی' چوہان اور نعمانی بھی پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد
کی تھی اور وہ صحیح سلامت دریا میں گر کر باہر آ گئے تھے۔
"یہ وردیاں اتار دو اور پھر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو کیونکہ
راڈار پر ہمیں دریا میں گرتے دیکھ لیا ہوگا" ---- صفدر نے کہا اور
ان سب نے اپنے لباس کے اوپر پہنی ہوئی وردیاں اتار کر دریا میں
پھینک دیں۔ اب وہ سب اپنے اصل لباس میں تھے۔ ان سب نے

لباس اتار کر اچھی طرح نچوڑا اور دوبارہ پہن لیا جبکہ جولیا ایک بڑی جھاڑی کی آڑ میں چلی گئی۔ وہاں اس نے اپنا لباس نچوڑا اور پھر دوبارہ پہن کر اپنے ساتھیوں سے آ ملی۔ پھر وہ سب تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ دریا کے کنارے چلتے چلتے وہ جلد ہی مچھیروں کی ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ گئے۔ وہاں سے انہیں ایک ٹریکٹر ٹرالی کرایہ پر مل گئی اور انہوں نے وہاں سے حاصل کی ہوئی معلومات کی بنا پر شمال کی طرف سفر شروع کر دیا۔ اس طرف ایک بڑا شہر تھا جہاں انہیں کار وغیرہ آسانی سے مل سکتی تھی۔ اب وہ مطمئن تھے کہ وہ دشمنوں کے پنجے سے نکل آئے ہیں مگر یہ ان کی خام خالی تھی۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ دشمن اتنا بے خبر اور لاپروا نہیں ہے۔

عمران کی کار تیز رفتاری سے سفر کرتی ہوئی ہائی وے پر بڑھی چلی جا رہی تھی۔ فیصل جان بہترین ڈرائیور ثابت ہو رہا تھا۔ جلد ہی وہ دارالحکومت سے باہر نکل آئے۔ دارالحکومت سے چند میل دور ایک چیک پوسٹ تھی جہاں ملٹری کے سپاہی موجود تھے۔ انہوں نے کار روکنے کا اشارہ کیا۔

"باس کیا حکم ہے۔ کار روکی جائے"۔۔۔۔ فیصل نے مڑے بغیر پوچھا۔

"بالکل روک دو"۔۔۔۔ عمران نے مطمئن لہجے میں کہا اور فیصل نے چیک پوسٹ کے قریب کار روک دی۔ ایک فوجی ہاتھ میں مشین گن اٹھائے تیزی سے فیصل جان کی طرف بڑھا اور کھڑکی کے قریب آ کر کہنے لگا۔ کاغذات دکھاؤ۔

"پرنس سے بات کرو"۔۔۔۔ فیصل نے بڑے باوقار لہجے میں کہا

اور سپاہی تیزی سے پچھلی کھڑکی کی طرف بڑھا جہاں عمران سر باہر نکالے بڑی حیرت زدہ نظروں سے فوجی سپاہیوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کاغذات جناب"۔۔۔۔ سپاہی عمران کے لباس اور وجاہت کو دیکھ کر قدرے مرعوب ہو گیا تھا۔

"کیسے کاغذات۔ کیا ہم نے سٹیشنری کی دکان کھول رکھی ہے۔ ہم شالی گڑھ کے ولی عہد پرنس ہاشم کاغذات اٹھائے پھر رہے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں سپاہی کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"سر۔ دارالحکومت سے باہر جانے کے لئے اجازت نامہ ضروری ہے"۔۔۔۔ سپاہی نے پہلے سے بھی زیادہ مودبانہ لہجے میں کہا

"پیچھے ہٹ کر کھڑے رہو۔ تمہاری وردی سے پسینے کی بو آ رہی ہے۔ ڈرائیور گاڑی کیوں روکی ہے"۔۔۔۔ عمران نے سپاہی کو ڈانٹنے کے بعد فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور فیصل نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔ گاڑی آگے بڑھتی دیکھ کر چیک پوسٹ کے پھاٹک پر موجود سپاہی نے چیکنگ راڈ خود بخود اٹھا دیا۔ اس نے شاید یہی تاثر لیا تھا کہ سپاہی نے کاغذات چیک کر لئے ہیں تبھی ڈرائیور نے کار آگے بڑھائی ہے۔ فیصل نے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھائی اور پھر تیز رفتاری سے چیک پوسٹ کراس کر گیا۔ عمران سے ڈانٹ کھانے والا سپاہی پہلے تو چند لمحے تک گم سم وہیں کھڑا رہا اور پھر وہ کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ ایک اور کار چیک پوسٹ پر آ کر رکی اور وہ سر جھٹک

کر اس کی چیکنگ میں مصروف ہو گیا۔ فیصل دل ہی دل میں عمران کی کارکردگی کو خراج تحسین ادا کر رہا تھا کہ کس طرح اس نے کاغذات دکھائے بغیر چیک پوسٹ کراس کر لی تھی۔ دارالحکومت سے باہر آنے کے بعد ابھی ان کی کار نے صرف بیس پچیس میل کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ ایک اور چیک پوسٹ آ گئی۔ یہاں پولیس کا عملہ موجود تھا۔

"بڑی سخت چیکنگ کر رہے ہیں بیوقوف"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس بار چیک پوسٹ پر کار رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

"تمہارا افسر کہاں ہے"۔۔۔۔ عمران نے ڈانٹ کر اپنی طرف بڑھتے ہوئے سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر۔ وہ بیرک میں موجود ہیں"۔۔۔۔ سپاہی نے اس کے شاہانہ لباس پر نظر ڈالتے ہوئے گڑبڑا کر جواب دیا۔

"بلاؤ اسے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور سپاہی تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد ڈی ایس پی رینک کا ایک افسر بیرک سے باہر نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عمران کی طرف بڑھا۔

"تمہیں آئی جی سے پرنس شالی گڑھ کے بارے میں ہدایات مل چکی ہوں گی"۔۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی۔ جی۔ ابھی تو نہیں ملیں"۔۔۔۔ افسر اس کی بات پر ہکلا گیا۔ آئی جی اور پرنس کا حوالہ اسے مرعوب کرنے کے لئے کافی تھا۔

"اگر نہیں ملیں تو مل جائیں گی سمجھے۔ ان کا فون آئے تو کہہ دینا

کہ پرنس چیک پوسٹ کراس کر گئے ہیں۔ سمجھے"۔۔۔ عمران نے پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"جی بہتر"۔۔۔ افسر نے جواب دیا۔

"چلو ڈرائیور"۔۔۔ عمران نے اس بار فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور کار میں بیٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ فیصل نے خاموشی سے کار آگے بڑھا دی۔ چیکنگ راڈ اٹھا دیا گیا اور فیصل تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"اب دو سو میل تک اور کوئی چیک پوسٹ نہیں ہے"۔ فیصل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر ہو بھی سہی تو پرنس شالی گڑھ کو کون روک سکتا ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔ مگر اس سے پہلے کہ فیصل کوئی جواب دیتا کار میں مدھم سی ٹوں ٹوں کی آوازیں آنے لگیں۔ عمران نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ٹرانسیٹر نکال لیا۔

"ناٹران سپیکنگ دس اینڈ اوور"۔۔۔ ٹرانسیٹر کا بٹن آن ہوتے ہی دوسری طرف سے ناٹران کی آواز آئی۔

"لیں۔ سیاہ پرندہ۔ اوور"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"عمران صاحب آپ چیک کر لئے گئے ہیں۔ ڈی ایس پی نے آپ کی کار پوسٹ سے کراس ہوتے ہی آئی جی سے بات کی ہے اور آئی جی نے آپ کی تردید کر دی ہے۔ اب وہ ایک پولیس جیپ میں آپ کا تعاقب کر رہا ہے۔ اوور"۔۔۔ ناٹران نے کہا۔

"اوہ۔ تمہیں اتنی جلدی کیسے رپورٹ مل گئی۔ ابھی چند منٹ پہلے تو ہم نے چیک پوسٹ کراس کی ہے۔ اوور"۔۔۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"چیک پوسٹ پر میرا آدمی موجود ہے۔ میں نے آپ کے ہیڈ کوارٹر سے جاتے ہی اسے آپ کی آمد کی اطلاع دے دی تھی تاکہ نازک صورت حال میں وہ آپ کی امداد کر سکے۔ اوور"۔۔۔ ناٹران نے جواب دیا۔

"گڈ شو۔ بہرحال فکر مت کرو۔ سیکرٹ سروس کے بارے میں کیا اطلاع ہے۔ اوور"۔۔۔ عمران نے اس کی کارکردگی کی تعریف کرتے ہوئے پوچھا۔

"سیکرٹ سروس کے ممبران نے حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ انہوں نے کافی بلندی سے راستے میں پڑنے والے دریا بام چہ میں چھلانگیں لگا دیں اور ہیلی کاپٹر خالی حالت میں ہیڈ کوارٹر پہنچا ہے۔ گو انہیں چیک کر لیا گیا ہے اور اب ملٹری انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس ان کا پیچھا کر رہی ہے۔ میرا سیکشن بھی حرکت میں آ چکا ہے جلد ہی اچھی رپورٹ ملے گی۔ اوور"۔۔۔ ناٹران نے جواب دیا۔

"سر۔ ایک پولیس جیپ تیزی سے ہماری طرف بڑھی چلی آ رہی ہے"۔۔۔ فیصل نے اچانک مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ ناٹران میں ذرا ان پولیس والوں سے نپٹ لوں۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹرانسیٹر کا بٹن آف کر کے اسے

جیب میں ڈال لیا۔ اتنے میں پولیس جیپ ان کی کار کے برابر آ گئی۔ فیصل نے جان بوجھ کر رفتار کم کر دی تھی۔ جیپ میں موجود پولیس افسر نے ہاتھ ہلا کر فیصل کو کار روکنے کے لئے کہا۔

"کار روک دو فیصل" ـــــ عمران نے کہا اور فیصل نے کار سڑک کے کنارے کر کے بریک لگا دیئے۔ کار رکتے ہی پولیس جیپ بھی رک گئی اور اس میں سے ڈی ایس پی کے ساتھ پانچ مسلح سپاہی بھی کود کر باہر آ گئے۔ ان سب نے بڑی پھرتی سے کار کے گرد گھیرا ڈال لیا۔

"کیا بات ہے آفیسر" ـــــ عمران نے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے ڈی ایس پی سے پوچھا۔

"تم بھی باہر آ جاؤ ڈرائیور" ـــــ ڈی ایس پی نے عمران کی بات کا جواب دینے کی بجائے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا۔ فیصل نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر عمران نے اسے سر ہلا کر باہر آنے کا اشارہ کر دیا۔ فیصل خاموشی سے باہر آ گیا۔

"چلو جیپ میں بیٹھو" ـــــ آفیسر نے عمران کی سائیڈ میں ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہاری موت آ گئی ہے۔ آفیسر" ـــــ عمران نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"شٹ اپ۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو ورنہ یہیں بھون دیئے جاؤ گے" ـــــ ڈی ایس پی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ہمیں واپس لے جا کر بھونو گے۔ تو

پھر اتنی دور لے جانے کا کیا فائدہ جو کچھ کرنا ہے یہیں کر لو"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ آفیسر کچھ کہتا عمران نے اچانک اس کے ریوالور پر ہاتھ ڈالا اور پھر پلک جھپکنے کے عرصے میں ڈی ایس پی اس کے بازوؤں میں جکڑا اس کے سامنے آ گیا۔ اب کار اس کی پشت پر تھی اور ڈی ایس پی اس کے سامنے۔ ادھر فیصل عمران کی بات سنتے ہی اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا اس لئے جیسے ہی عمران نے حرکت کی اسی لمحے فیصل بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور پلک جھپکنے میں اس کا پستول اس کی جیب سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ سپاہی سنبھلتے یا فائر کرتے فیصل نے فائر کھول دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تین سپاہی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ دوسرے سپاہیوں نے فیصل پر فائر کھولنا چاہا مگر اسی لمحے عمران نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی اور اس کے ہاتھ میں موجود ڈی ایس پی کے ریوالور نے شعلے اگلے اور باقی دو سپاہی بھی فائر کرنے کی حسرت لئے زمین پر گر گئے۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ ڈی ایس پی بیچارہ سکتے کے عالم میں کھڑا رہ گیا۔ سپاہیوں کے مرتے ہی عمران نے ڈی ایس پی کو زور سے دھکا دیا اور ڈی ایس پی منہ کے بل زمین پر گرتا چلا گیا پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا عمران کے ریوالور نے شعلے اگلے اور گولیاں ڈی ایس پی کے سینے میں گھستی چلی گئیں۔

"آؤ اب نکل چلیں" ـــــ عمران نے فیصل سے کہا اور پھر جھپٹ کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے خطرہ تھا کہ چند لمحوں

بعد کوئی نہ کوئی کار ادھر آ نکلے گی اور وہ نظروں میں آ جائیں گے چنانچہ اس نے کار انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھا دی۔ اب فیصل پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔

"سر۔ آپ نے تو کمال پھرتی دکھائی ہے"۔۔۔۔ فیصل نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"میرے سر نے تو کوئی پھرتی نہیں دکھائی البتہ ہاتھوں کے متعلق اگر تم کہو تو میں مان جاؤں گا"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار ایک بائی روڈ پر موڑ دی۔ کار انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ فیصل خاموش ہو رہا اور تھوڑی دیر بعد کار ایک فارم کے پھاٹک پر جا کر رک گئی۔ عمران نے مخصوص انداز میں ہارن دیا۔ ہارن دیتے ہی پھاٹک کھل گیا اور ایک قوی ہیکل دیہاتی بوڑھا باہر آ گیا۔

"ہیلو"۔۔۔۔ بوڑھے نے عمران کے قریب آ کر کہا۔ وہ عمران کا بھرپور تنقیدی جائزہ لے رہا تھا۔

"ارے چچا۔ ابھی ہیلو کرنے کی عادت نہیں گئی۔ ویسے چچا تم تو پہلے سے زیادہ جوان نظر آ رہے ہو۔ کہیں بارہویں شادی تو نہیں کر لی۔ میں تمہارا بھتیجا علی عمران ہوں اور میک اپ میں ہوں"۔۔۔۔ عمران نے کار سے باہر نکل کر چہکتے ہوئے کہا۔ بوڑھا ایک لمحے تک تو غور سے عمران کو دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر مسرت کے آثار ابھر آئے۔

"ارے عمران تم۔ ارے اچانک کیسے ٹپک پڑے"۔۔۔۔ بوڑھے نے آگے بڑھ کر عمران کو گلے سے لگا لیا۔

"ارے ارے میری ہڈیاں۔ ارے میں سنگل پسلی کا آدمی ہوں چچا"۔۔۔۔ عمران نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں۔ میں تمہاری سنگل پسلی کو اچھی طرح جانتا ہوں"۔ بوڑھے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور ادھر کار میں بیٹھا ہوا فیصل سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اس نے عمران کا نام سن لیا تھا مگر اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ پاکیشیا کا وہی عمران ہے جو ان کے لئے افسانوی حیثیت رکھتا ہے۔

"چچا۔ پولیس ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے اس لئے کار کا دھڑن تختہ ہونا چاہئے"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اوہ۔ ابھی ہو جاتا ہے۔ لے آؤ کار کو"۔۔۔۔ بوڑھے نے تیز لہجے میں کہا۔

"فیصل۔ کار فارم میں لے چلو جلدی"۔۔۔۔ عمران نے کار میں بیٹھے ہوئے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور فیصل نے کار آگے بڑھا دی اور فارم کی عمارت میں روک کر خود نیچے اتر آیا۔

"میں اس کا دھڑن تختہ کر کے ابھی آیا"۔۔۔۔ بوڑھے نے کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ کار کو چلا کر عمارت کی پچھلی سائیڈ پر چلا گیا۔

"آپ وہی عمران ہیں جو پاکیشیا میں رہتے ہیں"۔۔۔۔ فیصل نے

جھکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ کیا تم نے اس سے کوئی قرضہ وصول کرنا ہے"۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا"—— فیصل جو اب تک بیحد سنجیدہ رہا تھا اس بار بے اختیار ہنس پڑا۔

"دیکھو بھائی۔ اگر تم نے اس سے قرضہ لینا ہے تو پھر تو میں وہ نہیں ہوں اور اگر تم نے اس کا قرضہ دینا ہے تو پھر یقیناً وہی ہوں۔ بولو کتنی رقم دے رہے ہو"—— عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے عمران صاحب کہ مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اس سے قبل تو ہم صرف آپ کا نام ہی سنتے رہے تھے"—— فیصل نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میرے ساتھ کام کرنے والوں کو خوش قسمتی جلد ہی بدقسمتی میں بدل جاتی ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو تنویر سے پوچھ لینا"—— عمران نے جواب دیا اور اسی لمحے بوڑھا عمارت کی پچھلی طرف سے نکل کر ان کے قریب پہنچ گیا۔

"آؤ عمران بیٹے۔ تمہارا کام تو میں نے کر دیا ہے۔ آؤ اب اطمینان سے بیٹھیں"—— بوڑھے نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران فیصل کو ہمراہ لئے فارم کی عمارت میں چلا گیا۔

"پہلے ہم میک اپ تبدیل کر لیں"—— عمران نے کہا اور پھر وہ خود ہی اٹھ کر ایک کمرے میں گھستا چلا گیا۔ بوڑھا بھی اس کے جانے

کے بعد اٹھ کر باہر چلا گیا اور اب کمرے میں فیصل اکیلا رہ گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد عمران کمرے سے باہر نکلا تو وہ میک اپ بدل چکا تھا۔ اب وہ عام سے لباس میں تھا۔

"آؤ فیصل میں تمہارا میک اپ بھی تبدیل کر دوں کیونکہ دشمن کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتے ہیں"—— عمران نے کہا اور پھر وہ اسے لئے اسی کمرے میں آ گیا۔ فیصل نے دیکھا کہ کمرے میں موجود الماریوں میں بظاہر سبزیوں کے بیج اور کھادیں بھری ہوئی تھیں مگر ان کے پیچھے ہر قسم کے ملبوسات موجود تھے۔ عمران نے ایک الماری میں سے ایک لباس منتخب کیا اور فیصل کو اسے پہننے کے لئے کہا۔ فیصل نے لباس تبدیل کر لیا اس کے بعد عمران نے اسے کرسی پر بٹھا کر اس کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب اس نے اپنے کام کے اختتام کا اعلان کیا تو فیصل کی شکل مکمل طور پر بدل چکی تھی۔

"آپ نے تو کمال کر دیا عمران صاحب"—— فیصل نے آئینے میں اپنی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"آؤ بھئی آؤ۔ اب کچھ کھا پی بھی لو یا اسی دھندے میں لگے رہو گے"—— اسی لمحے بوڑھے نے کمرے میں آتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں لئے ہوئے ہال میں آ گیا جہاں میز پر انواع اقسام کے کھانے اور مشروبات موجود تھے اور پھر وہ تینوں کھانے پر بیٹھ گئے۔ ابھی کھانا ختم نہیں ہوا تھا کہ عمارت کے گرد جیپوں اور کاروں کی بریکوں کا شور گونج اٹھا۔

"لو بھئی آ گئے ہمارے مہمان"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے رومال سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"تم اپنا کام جاری رکھو۔ پروفیسر خاور اب اتنا گیا گزرا نہیں کہ پولیس اس کے مہمانوں کو تنگ کر سکے"۔۔۔۔ بوڑھے نے کہا اور پھر اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہال سے باہر نکلتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ہال کے باہر تیز لہجے میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور پھر ہال میں بوڑھے پروفیسر کے ساتھ دس بارہ پولیس کے افسر اور سادہ لباس میں ملبوس افراد اندر داخل ہوئے۔ ان سب کے چہرے بگڑے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں سختی کے آثار نمایاں تھے۔

"یہ دیکھو یہ میرے مہمان ہیں۔ ماسوری سے کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ ان کا نام جعفر ہے اور یوسف ہیں"۔۔۔۔ بوڑھے نے عمران اور فیصل کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مگر پروفیسر جس کار میں وہ نقلی پرنس تھا اس کے ٹائروں کے نشانات تمہارے فارم کے اندر آتے ہیں اس لئے ہم کس طرح تسلیم کر لیں کہ مجرم تمہارے پاس نہیں پہنچے"۔۔۔۔ ایک سادہ لباس والے نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"اگر وہ کار میرے فارم میں پہنچی ہے تو تم یہاں کی مکمل تلاشی لے سکتے ہو۔ اگر تمہیں کار کا ایک پرزہ بھی دستیاب ہو جائے تو تم ان مہمانوں کو تو کیا مجھے بھی پھانسی پر چڑھا دینا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر تم میرے مہمانوں کے سامنے مجھے ذلیل نہیں کر سکتے۔ آخر پروفیسر خاور

بھی کوئی حیثیت رکھتا ہے"۔۔۔۔ بوڑھے پروفیسر نے بڑے گرجدار لہجے میں کہا۔

"ہم نے چیک کر لیا ہے۔ کار کے ٹائروں کے نشانات فارم کی پچھلی طرف گئے ہیں اس کے بعد نشانات غائب ہیں۔ اب یہ بعد کی تحقیقات سے ثابت ہو گا کہ کار کہاں گئی۔ فی الحال ہم تمہارے مہمانوں کو پوچھ گچھ کے لئے لے جانے پر مجبور ہیں"۔۔۔۔ اسی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اشارہ کیا اور پولیس کے مسلح افراد تیزی سے عمران اور فیصل کے گرد پھیلتے چلے گئے۔

"میں اس بے عزتی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میں وزیراعظم سے احتجاج کروں گا"۔۔۔۔ پروفیسر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"جو آپ کا دل چاہے کرتے رہیں ہمیں بھی وزیراعظم نے خصوصی اختیارات دیئے ہیں۔ اگر آپ کے مہمان بے گناہ ثابت ہوئے تو انہیں واپس بھیج دیا جائے گا اور سرکاری سطح پر آپ سے معافی بھی مانگ لی جائے گی"۔۔۔۔ سادہ لباس والے نے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ لوگ شرافت سے ہمارے ساتھ چلے چلیں ہم تفتیش کے بعد آپ کو یہاں پہنچا دیں گے ورنہ دوسری صورت میں وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے"۔۔۔۔ سادہ لباس والے نے عمران اور فیصل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں پروفیسر۔ ہم ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں یہ ہمیں واپس پہنچانے پر مجبور ہو جائیں گے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان

سے کہا اور پھر خاموشی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ظاہر ہے فیصل نے بھی اس کی تقلید کرنی تھی۔ ایک پولیس افسر نے ان کی مکمل تلاشی لی اور پھر وہ انہیں لے کر ایک پولیس جیپ میں بیٹھے اور جیپ فارم سے نکل کر تیزی سے دارالحکومت کی طرف دوڑنے لگی۔ فیصل سوچ رہا تھا کہ اب وہ بری طرح پھنس گئے ہیں۔ پولیس نے ان کا میک اپ چیک کر لینا ہے اور پھر ظاہر ہے جو بھی ہو جائے وہ کم ہے مگر عمران یوں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں پکنک منانے جا رہا ہو۔

شاگل تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا تھوڑی ہی دیر بعد دارالحکومت کے شمالی حصے میں موجود ملٹری انٹیلی جنس کے ہیڈکوارٹر پہنچ گیا۔ خصوصی کوڈ کی وجہ سے اسے فوراً ہی آپریشن روم میں پہنچا دیا گیا جہاں ملٹری انٹیلی جنس کا چیف زیرو ون بذات خود موجود تھا۔ یہ ایک وسیع ہال تھا جس میں ہر طرف مختلف قسم کی مشینیں اور ٹی وی سکرین فٹ تھیں۔ ہال کے درمیان میں موجود میز پر مختلف رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ پڑے ہوئے تھے۔ مختلف مشینوں پر فوجی وردیوں میں ملبوس آپریٹر موجود تھے۔ زیرو ون نے کھڑے ہو کر شاگل کا استقبال کیا اور پھر اسے اپنے ساتھ ہی کرسی پر بٹھا دیا۔

”کیا پوزیشن ہے“ ——— شاگل نے پوچھا۔

”بس۔ اب ہیلی کاپٹر پہنچنے والا ہے۔ سکرین پر نظر آ رہا ہے“۔ زیرو ون نے کہا اور شاگل نے دیکھا کہ دیوار پر نصب ایک بڑی

سکرین پر ہیلی کاپٹر ایک طرف بڑھتا نظر آ رہا ہے اور پھر اسی لمحے شاگل یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ہیلی کاپٹر سے ایک سیاہ دھبہ نیچے کود گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یکے بعد دیگرے دھبے نیچے اترتے چلے گئے۔

"باس۔ ہیلی کاپٹر میں موجود مجرموں نے نیچے چھلانگیں لگا دی ہیں"۔۔۔۔ آپریٹر نے زیرو ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ۔ مگر یہ تو بغیر پیراشوٹ کے نیچے گر رہے ہیں۔ کیا انہوں نے خودکشی کی ٹھان لی ہے"۔۔۔۔ زیرو ون بے اختیار کھڑا ہو گیا۔

"باس وہ دریا میں کود رہے ہیں۔ اس وقت ہیلی کاپٹر دریائے بام چ پر اڑ رہا ہے"۔۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کا ایک اور بٹن دبا دیا۔ جس سے بڑی سکرین کے ساتھ ایک چھوٹی سکرین بھی روشن ہو گئی۔ سکرین پر چند لمحے لہریں سی دوڑتی نظر آئیں پھر ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا کا منظر سامنے آگیا اور پھر سیکرٹ سروس کے ممبران کو دریا میں کودتے صاف دیکھا گیا۔

"حیرت انگیز لوگ ہیں یہ جنہوں نے بغیر پیراشوٹ کے چھ سو فٹ کی بلندی سے دریا میں چھلانگیں لگا دی ہیں اور پھر وہ بھی دن کی بجائے رات کو"۔۔۔۔ زیرو ون نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ان کی گرفتاری ضروری ہے زیرو ون۔ یہ گرنے والے یقیناً سیکرٹ سروس کے ممبران ہیں"۔۔۔۔ شاگل نے زور دیتے ہوئے کہا۔ پھر انہوں نے دریا میں کودنے والوں کو کنارے پر نکلتے دیکھا۔ زیرو ون نے ایک ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل

نے شروع کر دیئے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"پوائنٹ فور زیرو الیون سکس کو کور کرو۔ فوراً۔ مجرم کسی حالت میں بھی نہیں نکلنے چاہئیں۔ میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں"۔۔۔۔ زیرو ون نے کہا اور اس نے رسیور رکھ دیا۔

"آپ اگر پوائنٹ پر چلنا چاہئیں تو آ جائیں ہیلی کاپٹر پہنچ گیا ہے۔ اسی میں چلتے ہیں"۔۔۔۔ زیرو ون نے شاگل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں ان سے براہ راست بات کرنا چاہتا ہوں"۔ شاگل نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر کمرے سے باہر جاتے میز پر رکھے ہوئے ایک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ زیرو ون نے تیزی سے رسیور اٹھایا۔

"زیرو ون"۔۔۔۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"چیف آف سیکرٹ سروس شاگل سے بات کرائیں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں"۔۔۔۔ زیرو ون نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں ان کا پی اے بول رہا ہوں"۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور زیرو ون نے رسیور شاگل کی طرف بڑھا دیا۔

"یس شاگل سپیکنگ"۔۔۔۔ شاگل نے کہا۔

"باس۔ میں سوجام بول رہا ہوں۔ ہمارے سیکشن نے عمران کو ریس کر لیا ہے اور وہ اس وقت پولیس ہیڈکوارٹر میں موجود ہے"۔

دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ۔ مگر وہ وہاں کیسے پہنچ گیا۔ تفصیل بتاؤ"۔۔۔۔ شاگل نے چونک کر پوچھا۔

"باس۔ عمران اور اس کا ساتھی پرنس شالمی گڑھ کے روپ میں دارالحکومت سے فرار ہو رہے تھے کہ ان کا ٹکراؤ پولیس سے ہو گیا۔ انہوں نے پولیس کا ایک ڈی ایس پی اور پانچ سپاہیوں کو قتل کر دیا اور خود وہ پروفیسر خاور کے فارم میں چھپ گے جہاں انہوں نے میک اپ بدل لیا مگر پولیس وہاں پہنچ گئی اور مشکوک سمجھتے ہوئے انہیں ہیڈ کوارٹر لایا گیا۔ یہاں ہمارے سیکشن کے ایک آدمی نے عمران کو پہچان لیا۔ اس نے مجھے رپورٹ دی ہے اور میں نے آپ کو فوراً کال کی ہے۔ پولیس افسران شاید اسے رہا کر دیں اس لئے اسے قابو کرنا ضروری ہے"۔۔۔۔ سوجام نے تفصیلی رپورٹ دی۔

"ٹھیک ہے میں ابھی وہاں پہنچتا ہوں۔ میں خود اسے اپنی نگرانی میں لے آؤں گا"۔۔۔۔ شاگل نے کہا اور اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

"مسٹر زیرو دن آپ اکیلے جائیں ان چھاتہ برداروں کا سربراہ ٹریس ہو گیا ہے۔ میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ بائی بائی"۔۔۔۔ شاگل نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھل رہا تھا کہ اس بار وہ عمران کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے اپنی دیرینہ حسرت کی تکمیل کرے گا۔

صفدر ٹریکٹر کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا جبکہ باقی ممبران ٹرالی میں بھرے ہوئے تھے اور صفدر ٹریکٹر کو اس کی ممکنہ رفتار پر دوڑائے چلا جا رہا تھا۔ مچھیروں کی بستی سے آگے تقریباً دس میل تک کچی سڑک تھی اور پھر یہ سڑک پختہ سڑک سے آ کر مل جاتی تھی۔ صفدر چاہتا تھا کہ وہ جلد از جلد پختہ سڑک پر پہنچ جائے تاکہ اس گرد و غبار سے جان چھوٹ جائے جس نے ان سب کو بھوت بنا دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں دور سے پختہ سڑک انہیں نظر آ گئی اور چند لمحوں بعد وہ پختہ سڑک پر پہنچ گئے۔ مگر جیسے ہی ان کا ٹریکٹر پختہ سڑک پر آیا اچانک اردگرد سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی اور پھر گولیوں کے دھماکوں میں ٹریکٹر اور ٹرالی کے ٹائروں کے پھٹنے کے دھماکے بھی شامل ہو گئے۔ گولی چلانے والوں کا نشانہ بھی ٹائر ہی تھے۔ کیونکہ کوئی گولی بھی ان کی طرف نہ آئی تھی۔ ٹائر پھٹتے ہی صفدر نے ٹریکٹر روکا اور پھر کود کر نیچے

اتر آیا۔ باقی ممبران نے بھی ٹرالی سے چھلانگیں لگا دیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے انہیں چاروں طرف سے مسلح افراد نے گھیر لیا۔ ان میں سے بیشتر کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

"خبردار۔ سب اپنے ہاتھ اٹھا لیں"۔۔۔۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر کوئی چارہ نہ دیکھتے ہوئے سیکرٹ سروس کے ممبران نے اپنے ہاتھ اٹھا لئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگانے اور زبردست جدوجہد کے باوجود آخرکار وہ دشمنوں کے ہتھے چڑھ ہی گئے ان کے ہاتھ اٹھاتے ہی سڑک سے تھوڑی دور ایک ٹرک کا انجن سٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی اور پھر ایک فوجی ٹرک تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔

"خاموشی سے ٹرک پر سوار ہو جاؤ کسی قسم کی غلط حرکت کا نتیجہ بھیانک نکل سکتا ہے"۔۔۔۔ "اسی آدمی نے کہا اور مشین گنوں اور رائفلوں کے زور پر ان سب کو ٹرک پر سوار کر دیا گیا۔ یہ ٹرک ہر طرف سے بند تھا۔ ان کے ٹرک میں سوار ہوتے ہی ایک مسلح آدمی نے آگے بڑھ کر ٹرک کا پچھلا دروازہ بند کر دیا اور باہر سے اس میں بھاری کنڈا لگا کر اس میں ایک موٹی زنجیر ڈال دی۔ پھر وہ انچارج بھی ٹرک کے اگلے حصے میں سوار ہو گیا اور اس نے ڈرائیور کو چلنے کے لئے کہا۔ باقی مسلح سپاہی ٹرک کے چلتے ہی تیزی سے واپس سڑک کے کناروں کی طرف دوڑے اور پھر چند لمحوں بعد پانچ فوجی جیپیں سٹارٹ ہو کر ٹرک کے پیچھے دوڑنے لگیں۔ ٹرک تیزی سے پختہ سڑک پر

دوڑتا ہوا دارالحکومت کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی اس لئے سڑک پر دور دور تک کوئی ٹریفک موجود نہیں تھی۔ تقریباً پانچ چھ میل کے سفر کے بعد سڑک ایک جنگل کے درمیان میں سے گزرتی تھی۔ یہ جنگل خاصا گھنا تھا اور خاصے وسیع رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ ٹرک اور جیپیں جب جنگل میں داخل ہوئیں تو جیپوں میں بیٹھے ہوئے مسلح فوجی سپاہی قدرے چوکنا ہو گئے۔ ابھی انہوں نے جنگل کراس نہیں کیا تھا کہ اچانک سڑک کے ارد گرد کے درختوں پر سے دس بم ٹرک کے پیچھے آنے والی جیپوں پر پھینکے گئے اور پھر فضا پے در پے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ جنگل میں پھینکے گئے بموں نے جیپوں کے پرخچے اڑا دیئے اور بموں کے دھماکوں میں فوجیوں کی چیخوں کی بازگشت بھی سنی گئی۔

"تیز چلاؤ ٹرک۔ تیز چلاؤ"۔۔۔۔ انچارج نے جو ٹرک ڈرائیور کے قریب والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا دھماکے سنتے ہی چیخ کر کہا اور ٹرک ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ پورا ڈال دیا اور ٹرک اچھل کر تیزی سے آگے بڑھا مگر ابھی اس نے چند گز کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ اچانک ٹرک پر فائرنگ کی گئی اور فائرنگ کے ساتھ ہی ٹرک کے دو ٹائروں کے پھٹنے کے دھماکے ہوئے۔ ٹائروں کے دھماکوں کے ساتھ ہی انچارج نے کھڑکی کھول کر نیچے چھلانگ لگا دی اور پھر وہ دوڑتا ہوا جنگل میں گھستا چلا گیا۔ ٹرک پر چونکہ دونوں اطراف سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی اس لئے انچارج بھی براہ راست گولیوں کی زد میں تھا مگر وہ

حیرت انگیز طور پر زگ زیگ کے انداز میں بھاگتا ہوا جنگل میں
درختوں کی پہلی قطار تک پہنچ گیا اور کوئی گولی اس کے جسم سے نہ چھو
سکی۔ وہ ایک درخت کے چوڑے تنے سے آ کر لپٹ گیا اور اب وہ
جنگل کی طرف سے آنے والی گولیوں کی بوچھاڑ سے محفوظ ہو چکا تھا۔
ٹرک ٹائروں کے پھٹنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا مگر دونوں اطراف سے
فائرنگ جاری تھی۔ فائرنگ کرنے والے جان بوجھ کر ٹرک کے ٹائروں
کو نشانہ بنا رہے تھے کیونکہ انہیں بھی معلوم تھا کہ ٹرک کی باڈی میں
سیکرٹ سروس کے ممبران موجود ہیں۔ انچارج نے درخت کے تنے کی
اوٹ لیتے ہی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر دوسرے لمحے اس کا
ہاتھ جب باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک دستی بم موجود تھا اس نے
تیزی سے اس کی پن کھینچی اور پھر بم پوری قوت سے ٹرک کی باڈی کی
طرف اچھال دیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر سیکرٹ ایجنٹ ان کے
ہاتھ سے نکل جائیں تو ان کی لاشیں ہی حملہ آوروں کے ہاتھ لگیں۔
بم فضا میں اڑتا ہوا سیدھا ٹرک کی باڈی سے جا ٹکرایا اور پھر ایک
ہولناک دھماکے سے پھٹ گیا اور ٹرک کی باڈی کا اوپر والا حصہ ٹکڑے
ٹکڑے ہو کر ہوا میں بکھر گیا۔ انچارج نے خوشی سے نعرہ لگایا اور جیب
سے ایک اور بم نکال لیا مگر ابھی وہ اس کی پن دانتوں سے کھینچ ہی رہا
تھا کہ ایک گولی اس کی پشت میں گھسی اور دل میں ترازو ہو گئی۔
انچارج گولی کا جھٹکا کھا کر زمین پر اوندھے منہ گرا۔ بم ابھی تک اس
کے منہ میں تھا پن کھینچی جا چکی تھی چنانچہ بم ایک ہولناک دھماکے سے

پھٹ گیا اور انچارج کا جسم ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر گیا۔ ادھر ٹرک
نے آگ پکڑ لی تھی اور اب وہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا اور کسی بھی لمحے
اس کی پٹرول ٹینکی ایک خوفناک دھماکے سے پھٹ سکتی تھی۔ ٹرک پر
بم کے دھماکے کے بعد فائرنگ بند ہو گئی اور پھر جنگل میں سے لوگ
بھاگ بھاگ کر ٹرک کی طرف بڑھنے لگے مگر ٹرک کی حالت دیکھ کر
انہیں سو فیصد یقین تھا کہ ٹرک میں موجود ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا ہو
گا۔

ساده لباس والا جو عمران اور فیصل کو پروفیسر خاور کے فارم سے اپنے ہمراہ لے آیا تھا کار میں عمران کے پاس بیٹھا تھا جبکہ فیصل کو انہوں نے اگلی سیٹ پر دو آدمیوں کے درمیان بٹھایا ہوا تھا۔ ساده لباس والے کے چہرے پر سنجیدگی کے ساتھ ساتھ کرختگی چھائی ہوئی تھی۔

"آپ نے اب تک اپنا تعارف نہیں کرایا۔ کیا آپ تھانیدار ہیں"۔۔۔۔ عمران نے اچانک اس ساده لباس والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ۔ خاموش بیٹھے رہو"۔۔۔۔ ساده لباس والے نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"بالکل بالکل۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم تھانیدار ہو۔ ہمارے گاؤں میں ایک تھانیدار تھا وہ اسی طرح بولا کرتا تھا مگر تمہاری وردی

کہاں گئی۔ کیا بیچ کر کھا گئے ہو"۔۔۔۔ عمران کی زبان بھلا کہاں رکنے والی تھی۔ ساده لباس والے کا چہرہ غصے سے سیاہ پڑ گیا۔ اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک لمحے بعد وہ عمران کو گولی مار دے گا۔

"بکواس بند کرو۔ یہ تھانیدار نہیں بلکہ آئی جی صاحب ہیں"۔ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک باوردی پولیس آفسر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آئی جی۔ مگر یہ تو مرد ہیں۔ انہیں تو آیا جی ہونا چاہئے۔ کیوں جناب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں"۔۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"بکواس بند کرو ورنہ میں تمہیں یہیں قتل کر دوں گا"۔۔۔۔ آئی جی اپنے ماتحتوں کے سامنے اپنی بے عزتی ہوتے دیکھ کر غصے سے پھٹ پڑا۔

"تو اس کا مطلب ہوا کہ تم بہرحال مجھے قتل ضرور کرو گے۔ اگر میں بکواس کھول دوں تو یہیں کرو گے اور اگر بند کر دوں تو کہیں اور جا کر قتل کرو گے۔ کیوں آئی جی صاحب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں"۔ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا اور پھر شاید آئی جی برداشت نہ کر سکا اور اس نے پوری قوت سے اپنا ہاتھ اسے تھپڑ مارنے کے لئے گھمایا مگر عمران تو ایسی صورت حال کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا اس نے پھرتی سے اپنا سر ایک طرف کر لیا اور آئی جی کا ہاتھ پوری قوت سے اس کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے ایک پولیس آفیسر کی گردن پر پڑا اور وہ منہ

کے بل سامنے والی سیٹ سے جا ٹکرایا۔

"ارے ارے یہ تم اپنے ساتھی کو کیوں مارنے لگ گئے ہو۔ کیا اس نے بھی کبھی تمہارے سامنے بکواس کھول دی تھی اور کہنے کے باوجود بند نہ کی تھی"ـــــ عمران نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"تت۔ تم"ـــــ آئی جی غصے کی شدت سے اتنا بوکھلا گیا کہ اس سے فقرہ مکمل نہ ہو سکا۔

"آئی جی صاحبہ کچھ ہمت سے کام لیا کرو۔ ایک تھپڑ مارنے کے بعد ہی تم نے ہکلانا شروع کر دیا ہے ابھی تو تم قتل وتل کی باتیں کر رہی تھیں"ـــــ عمران نے آئی جی کو سمجھانا شروع کر دیا۔

"روکو۔ کار روکو اور اس کو میرے سامنے گولیوں سے چھلنی کر دو"ـــــ آئی جی نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور نے تیزی سے کار روک دی۔ آئی جی نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ اس کا جسم غصے کی شدت سے کانپ رہا تھا۔ اس کے آگے پیچھے چلنے والی کاریں بھی رک گئیں اور ان میں سے پولیس افسران نکل کر آئی جی کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

"باہر نکلو"ـــــ آئی جی نے عمران سے مخاطب ہو کر چیختے ہوئے کہا۔

"اوں ہوں۔ تم مجھے مارو گے۔ میں تو نہیں نکلتا باہر"ـــــ عمران نے یوں سمٹتے ہوئے کہا جیسے پرائمری سکول کا بچہ استاد کی مار سے خوفزدہ ہو۔

"اسے کار میں ہی گولیوں سے چھلنی کر دو"ـــــ آئی جی نے چیختے ہوئے کہا اور سپاہیوں نے گنوں کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

"سر میں کچھ عرض کر سکتا ہوں"ـــــ ایک اور سادہ لباس والے نے آگے بڑھ کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

"بس۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ جو میں نے کہا ہے اس کی تعمیل ہونی چاہئے"ـــــ آئی جی کے منہ سے غصے کے مارے جھاگ نکل رہی تھی۔

"سر۔ وزیراعظم اس کیس میں براہ راست دلچسپی لے رہے ہیں اس لئے"ـــــ اس سادہ لباس والے نے دوبارہ جھکتے ہوئے کہا۔

وزیراعظم کا نام سنتے ہی آئی جی کو جیسے ہوش آ گیا ہو۔ وہ چند لمحے ہونٹوں سے دانت کاٹتا رہا پھر کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے اسے حفاظت سے ہیڈکوارٹر لے آؤ میں دوسری کار میں بیٹھ جاتا ہوں"ـــــ اور اس کے ساتھ ہی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اگلی کار کی طرف بڑھ گیا اور وہی سادہ لباس والا جس نے آئی جی سے بات کی تھی عمران کے ساتھ بیٹھ گیا اور کاریں آگے بڑھ گئیں۔

"آپ بھی آئی جی صاحبہ ہیں"ـــــ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں۔ میں ڈی آئی جی ہوں"ـــــ سادہ لباس والے نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر میں ای آئی جی تو ہو سکتا ہوں"ـــــ عمران نے کچھ

سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہیڈکوارٹر جا کر تمہیں ای آئی جی کیا ایف آئی جی بنا دیں گے مگر ابھی تم خاموش رہو"۔۔۔۔ ڈی آئی جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وعدہ۔ دیکھو بھول نہ جانا"۔۔۔۔ عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈی آئی جی کچھ کہتا کار ایک پرانی طرز کی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ یہ عمارت باہر سے بالکل سنسان نظر آ رہی تھی۔ کاریں کمپاؤنڈ میں آ کر رک گئیں اور پھر سب لوگ کاروں سے نیچے اترنے لگے۔ عمران اور فیصل کو بھی نیچے اتار لیا گیا اور پھر وہ سب لوگ عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ عمران اور فیصل کو ایک بڑے کمرے میں لے آیا گیا اور پھر انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ عمران اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا اور ظاہر ہے فیصل نے بھی اس کی پیروی ہی کرنی تھی۔ مسلح سپاہی ان کے پیچھے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے سامنے تین کرسیاں موجود تھیں جن پر آئی جی، ڈی آئی جی اور ایک اور افسر بیٹھ گئے۔ ان کے دائیں بائیں تین مسلح افراد موجود تھے۔

"ہاں اب بتاؤ کہ تم کون ہو"۔۔۔۔ ڈی آئی جی نے پوچھا۔

"کمال ہے۔ وہیں پروفیسر کے فارم پر ہی پوچھ لیتے"۔۔۔۔ عمران نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اسے اٹھا کر سامنے والے ستون سے باندھ دو اور ایک ہنٹر مجھے لا

دو"۔۔۔۔ ڈی آئی جی نے دائیں طرف کھڑے ہوئے مسلح افسر سے مخاطب ہو کر کہا اور اس کا حکم ملتے ہی تین چار مسلح افراد نے عمران کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور پھر سامنے ستون سے باندھ دیا۔ عمران یوں اطمینان سے کھڑا رہا جیسے یہ سب کچھ اس کے منصوبے میں شامل ہو۔ عمران کو باندھنے کے بعد ایک سپاہی نے ہنٹر لا کر ڈی آئی جی کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

"ہاں اب بتاؤ کہ تم کون ہو"۔۔۔۔ ڈی آئی جی نے ہنٹر لہراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام جعفر ہے اور یہ میرا ساتھی یوسف ہے۔ ہم ریاست ماسوری کے رہنے والے ہیں۔ میں کالج میں پروفیسر ہوں اور مسٹر یوسف ایک تاجر ہیں۔ پروفیسر خاور سے ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں"۔۔۔۔ اس بار عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ ہمیں معلوم ہے۔ تم اصل حقیقت بتاؤ کہ تم نے پرنس شالی گڑھ کا میک اپ کیوں کیا اور پھر پولیس کے آدمیوں کو کیوں قتل کیا"۔۔۔۔ ڈی آئی جی نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"اصل حقیقت تو یہی ہے باقی باتیں تم کسی اور سے پوچھ لو۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر اس کی بات سن کر ڈی آئی جی تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے پوری قوت سے ہنٹر لہرایا مگر اس سے پہلے کہ ہنٹر عمران کے جسم کو چھوتا عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور

اس نے ہنٹر پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور ڈی آئی جی ہنٹر کے ساتھ ہی گھسیٹتا ہوا عمران کی طرف چلا آیا۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ کو گھمایا اور ڈی آئی جی کی پشت اس طرف ہو گئی اور عمران نے نہ صرف اسے اپنے بازو میں جکڑ لیا بلکہ وہی ہنٹر اس کی گردن کے گرد کس دیا۔ اب عمران کی پشت پر ستون تھا اور سامنے ڈی آئی جی۔ عمران کے سینے پر بندھی ہوئی رسیاں کٹ کر نیچے زمین پر جا گریں۔

"خبردار۔ اگر کسی نے حرکت کی تو تمہارے ڈی آئی جی کی گردن توڑ دوں گا"۔۔۔۔ عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے فیصل نے کرسی سے چھلانگ لگائی اور اپنے قریب کھڑے ہوئے سپاہی کے ہاتھ سے مشین گن چھینتا ہوا وہ عمران کی پشت پر آ گیا۔ کمرے میں موجود مسلح افراد کو شاید ان سے اتنی پھرتی کی امید نہ تھی اس لئے وہ مشین گنیں ہاتھوں میں پکڑے دیکھتے رہ گئے۔

"خبردار۔ اگر کسی نے حرکت کی تو بھون کر رکھ دوں گا"۔ فیصل نے کڑکدار لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں کسی سرچ لائٹ کی طرح گردش کر رہی تھیں۔

"دروازے کی طرف چلو"۔۔۔۔ عمران نے ڈی آئی جی کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ ڈی آئی جی کو لئے آگے بڑھ گیا۔ اس کے آگے بڑھتے ہی فیصل نے عمران کے ساتھ پشت لگالی اور وہ پوری طرح کمرے کو کور کئے ہوئے تھا۔

"تم لوگ زندہ بچ کر نہیں جا سکتے"۔۔۔۔ آئی جی نے دانت پیستے

ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا فیصل نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ ڈی آئی جی کے پہلو سے نکلتی چلی گئی۔

"اگر اب کوئی بات کی تو یہ گولیاں تمہارے سینے میں بھی ترازو ہو سکتی ہیں"۔۔۔۔ فیصل نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ عمران ڈی آئی جی کو دھکے دیتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا۔

"دروازہ کھولو"۔۔۔۔ عمران نے ڈی آئی جی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ڈی آئی جی نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا مگر دوسرے لمحے دروازے کے باہر موجود ایک آدمی پوری قوت سے ڈی آئی جی سے ٹکرایا۔ یہ ٹکر اتنی شدید تھی کہ عمران اور فیصل دونوں سنبھل نہ سکے اور فیصل منہ کے بل زمین پر گرا اور عمران پشت کے بل اس کے اوپر جا گرا اور اسی لمحے کمرے میں موجود مسلح سپاہی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور پھر عمران اور فیصل دونوں کو بری طرح جکڑ لیا گیا۔

"انہیں اچھی طرح ستونوں سے باندھ دو"۔۔۔۔ آئی جی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا اور پھر ان دونوں کو رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ اس بار باندھنے والوں نے اپنی پوری تکنیک استعمال کی۔ اس کے علاوہ دو مسلح سپاہی ان کے ساتھ ان کی نگرانی پر کھڑے ہو گئے تاکہ عمران پہلے کی طرح رسیاں نہ کھول لے۔

"یہ ہنٹر مجھے دو"۔۔۔۔ آئی جی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا

اور پھر ہنٹر اسے دے دیا گیا۔ آئی جی ہنٹر سنبھالے تیزی سے آگے بڑھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ہنٹر سے عمران کی کھال ادھیڑ دے گا مگر اس سے پہلے کہ وہ عمران تک پہنچتا عمران نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"خبردار۔ اگر تم آگے بڑھے۔ زیرو سیون الیون ایٹ بائی سکس"۔ اور نجانے عمران کے کہے ہوئے الفاظ میں کیا جادو تھا کہ آئی جی یوں ٹھٹک گیا جیسے اس کے سامنے کوئی دیوار آگئی ہو۔

"کک۔ کک۔ کیا مطلب"۔۔۔۔ آئی جی کا لہجہ لڑکھڑا گیا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت تھی۔

"نجانے تم جیسے احمق کو کس نے آئی جی لگا دیا ہے۔ میں نے پوری کوشش کی کہ یہ ٹاپ سیکرٹ سب کے سامنے نہ کھلے مگر اب میں مجبور ہو گیا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ ویری سوری سر۔ اب ہمیں کیا معلوم تھا"۔۔۔۔ آئی جی نے ندامت آمیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مسلح سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا چھوڑ دو انہیں۔ اور آئی جی کے حکم پر فوری طور پر ان دونوں کی رسیاں کھول دی گئیں۔ فیصل یہ سب کچھ دیکھ کر حیرت سے بت بنا رہ گیا کہ آخر عمران نے کیا چکر چلایا ہے کہ ان سب کا رویہ یکدم بدل گیا ہے۔

"آیئے جناب میرے ساتھ آیئے"۔۔۔۔ آئی جی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آؤ"۔۔۔۔ عمران نے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر آئی جی

عمران اور فیصل کو اپنے ہمراہ لئے ایک اور کمرے میں آگیا۔ یہاں میز اور کرسیاں موجود تھیں۔

"تشریف رکھئے مسٹر شاگل"۔۔۔۔ آئی جی نے قدرے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر تم دروازے کے باہر کھڑے ہو جاؤ میں نے آئی جی سے خاص بات کرنی ہے"۔۔۔۔ عمران نے فیصل سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اور سنو جب تک میں نہ بلاؤں کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ عمران نے کہا اور فیصل اٹھ کر تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس نے باہر جا کر دروازہ بند کر دیا۔

"مسٹر شاگل میں سخت شرمندہ ہوں"۔۔۔۔ آئی جی نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ تمہیں شرمندہ ہونا چاہئے"۔۔۔۔ عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ آئی جی کچھ سمجھتا عمران کا دایاں ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور آئی جی کی کنپٹی پر پٹاخہ سا چل گیا۔ عمران نے ہاتھ بھی ایسی جگہ اور اتنی قوت سے مارا کہ پہلے ہی ہاتھ پر آئی جی لہراتا ہوا کرسی سے نیچے آ رہا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ عمران نے اس کے بے ہوش ہوتے ہی انتہائی پھرتی سے اس کا لباس اتار کر خود پہنا اور اپنا لباس اسے پہنا دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے چہرے پر سے ایک پتلی سی جھلی اتاری اور پھر اسے آئی جی کے چہرے پر چڑھا دیا۔ اس جھلی کے ساتھ بال بھی موجود تھے اس

لئے جھلی پوری طرح فٹ ہوتے ہی آئی جی کا چہرہ بالکل عمران کی طرح کا ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہوتے ہی عمران نے جیب سے ایک چپٹا سا باکس نکالا اور پھر اس میں سے میک اپ کا سامان نکال کر اس نے اپنے چہرے پر آئی جی کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔ اس نے میک اپ کرنے میں چند لمحوں سے زیادہ وقت نہ لیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے آئی جی کو اٹھا کر ایک کرسی پر بٹھا دیا اور خود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"فیصل اندر آ جاؤ"۔۔۔ عمران نے اصل لہجے میں کہا اور فیصل نے چونک کر ایک نظر عمران کو دیکھا اور پھر اندر آ گیا۔

"یہ آئی جی ہے"۔۔۔ فیصل نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ پہلے تھا مگر اب یہ عہدہ میں نے سنبھال لیا ہے۔ بہرحال تم دروازے کے پاس پیچھے چھپ جاؤ میں ڈی آئی جی کو بلاتا ہوں۔ اس کا قد و قامت تمہارے برابر ہے"۔۔۔ عمران نے کہا اور خود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی سامنے راہداری میں اسے ایک مسلح سپاہی نظر آ گیا۔

"ڈی آئی جی کو سلام بولو"۔۔۔ عمران نے آئی جی کے لہجے اور انداز کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر"۔۔۔ مسلح سپاہی نے مستعد ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک طرف بڑھتا چلا گیا اور عمران واپس کمرے میں آ گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ڈی آئی جی اندر داخل ہوا۔ اس نے عمران کو

سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر"۔۔۔ اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اسے کوئی جواب دیتا دروازے کے پیچھے موجود فیصل جان بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس نے ڈی آئی جی کے گلے میں ہاتھ ڈال کر ایک زوردار جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا گھٹنا حرکت میں آیا اور ڈی آئی جی ایک ہی جھٹکے میں ڈھیلا پڑ گیا۔ گردن کے جھٹکے نے اسے شعور کی سرحدوں سے کھینچ کر بے ہوشی کی وادی میں پھینک دیا۔

"اس سے لباس بدل لو۔ جلدی کرو"۔۔۔ عمران نے فیصل سے کہا اور فیصل نے چند ہی لمحوں میں اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ اب عمران حرکت میں آیا اس نے فیصل کے چہرے سے بھی جھلی نوچ کر ڈی آئی جی کے چہرے پر چڑھا دی اور پھر اس چپٹے باکس کی مدد سے اس نے فیصل کے چہرے پر ڈی آئی جی کا میک اپ کرنا شروع کر دیا اور یہ اس کی مہارت تھی کہ اس نے میک اپ مکمل کرنے میں زیادہ سے زیادہ چند منٹ لگائے۔ اب انہیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی مجرم ہیں جنہیں رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ عمران نے ڈی آئی جی کو اٹھا کر آئی جی کے ساتھ والی کرسی پر بٹھا دیا اور پھر اس کے بعد اس نے میز کی درازیں کھول کر اس کی تلاشی لینی شروع کر دی مگر درازوں سے اسے کوئی کام کی چیز نہ مل سکی۔ پھر وہ کمرے کی جنوبی دیوار میں لگی ہوئی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس الماری میں مختلف رنگوں کی فائلیں موجود تھیں۔ اس نے تیزی سے فائلیں دیکھنی شروع کر دیں

اور پھر ایک فائل دیکھتے ہی وہ بری طرح چونک پڑا۔ فائل پر ایس ایس ڈبلیو لکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے سرخ رنگ کی پنسل سے خاموش چیخیں لکھا ہوا تھا۔ عمران نے تیزی سے فائل کھولی۔ اس میں دو صفحات موجود تھے۔ عمران نے ایک نظر ان صفحوں پر ڈالی اور پھر اس نے یہ دونوں صفحے فائل میں سے نوچ لئے اور فائل دوبارہ الماری میں رکھ دی اور کاغذ اس نے جیب میں ڈال لئے۔

"بس ٹھیک ہے کام بن گیا۔ آؤ اب نکل چلیں"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر فیصل کو ساتھ لئے دروازے کی طرف بڑھا۔ کمرے سے باہر نکل کر وہ دونوں کمپاؤنڈ میں کھڑی ایک جیپ کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے میک اپ کی وجہ سے کسی نے انہیں نہیں روکا۔ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور فیصل اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ عمران نے کار سٹارٹ کی اور اس کا رخ باہر کی طرف موڑ دیا۔ وہاں پولیس افسروں نے اسے باقاعدہ سیلوٹ مارا اور عمران ہاتھ ہلا کر سلام کا جواب دیتا ہوا جیپ پولیس ہیڈکوارٹر سے باہر نکالتا چلا گیا۔ اس کی جیب میں خفیہ کاغذات موجود تھے اور چہرے پر گہرا اطمینان چھایا ہوا تھا۔

سیکرٹ سروس کے ممبران کو ٹرک پر لاد کر دروازہ بند کر دیا گیا اور ٹرک تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ ٹرک کی چادریں فولاد کی بنی ہوئی تھیں۔ دروازہ بند ہوتے ہی صفدر نے آگے بڑھ کر ٹرک کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ دروازے کو باہر سے لاک کیا گیا تھا۔

"اس بار برے پھنسے ہیں۔ ایکسٹو کی پلاننگ یکسر غلط تھی"۔ تنویر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"وہ کس طرح"۔۔۔۔ جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"بھلا اس انداز میں داخلے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم علیحدہ علیحدہ کسی اور حیثیت سے بآسانی ملک میں داخل ہو سکتے تھے۔ اگر ایک آدھ ممبر ان کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتا تو دوسرے ممبر اسے باسانی چھڑوا سکتے تھے۔ اب تو پوری سیکرٹ سروس ہی گرفتار ہو گئی ہے"۔۔۔۔ تنویر

نے دلائل پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو نے جو پلان بنایا ہے ظاہر ہے کچھ سوچ کر ہی بنایا ہو گا۔ یہ بات تم سوچ سکتے ہو تو ایکسٹو بھی سوچ سکتا ہے"۔۔۔۔ جولیا نے ایکسٹو کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

"فی الحال ہمیں اس بات پر بحث کرنے کی بجائے یہ سوچنا چاہئے کہ ہم اس ٹرک سے کیسے نکلیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ اگر ایک بار ہم ان کے ہیڈکوارٹر پہنچ گئے تو پھر وہاں سے نکلنا بیحد مشکل ثابت ہو گا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا اچانک جولیا بری طرح چونک پڑی۔ اس کی کلائی پر ضربیں لگ رہی تھیں اس نے پھرتی سے دستی گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچا اور گھڑی پر چھ کا ہندسہ سرخ رنگ میں چمکنے لگا۔

"ہیلو ہیلو"۔۔۔۔ جولیا نے گھڑی سے منہ لگاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی سرخ رنگ کا ہندسہ سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا۔

"ہیلو۔ سیکشن ڈی۔ ناٹران سرکل سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری۔

"یس۔ ایس ایجنٹ سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"آپ اس وقت ملٹری انٹیلی جنس کی قید میں ہیں اور آپ کو ہیڈکوارٹر لے جایا جا رہا ہے مگر ہم نے آپ کو چھڑوانے کا مکمل بندوبست کر لیا۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد ہم ان پر حملہ کر دیں

گے اس سلسلے میں ہم پوری کوشش کریں گے کہ ٹرک کو نقصان نہ پہنچے مگر پھر بھی آپ ہوشیار رہیں۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"او کے۔ ہم ہوشیار رہیں گے۔ اوور"۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"جس وقت کارواں پر حملہ ہو بہتر یہی ہے کہ آپ ٹرک کے فرش سے چمٹ جائیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فائرنگ کے تبادلے میں کوئی گولی ٹرک کی دیوار میں گھس جائے۔ اوور"۔۔۔۔ ڈی سیکشن کی طرف سے ہدایت کی گئی۔

"ٹھیک ہے۔ آپ اپنا کام جاری رکھیں اور ہماری فکر نہ کریں۔ اوور"۔۔۔۔ اس بار جولیا نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"او کے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ڈائل پر چمکنے والا ہندسہ بجھ گیا۔

"دیکھا تنویر۔ تم خواہ مخواہ ایکسٹو کی برائی کر رہے تھے۔ اس ملک میں ایکسٹو کا ڈیپارٹمنٹ ہمارے لئے مسلسل کام کر رہا ہے"۔ جولیا نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے"۔۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔

"مس جولیا ٹرک کی دائیں سائیڈ کی دیوار ٹرک کی باڈی کے ساتھ اسکروز سے کسی ہوئی تھی اور اسکروز کا رخ ہماری طرف ہے۔ کیوں نہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں"۔۔۔۔ صفدر نے اچانک کہا۔

"وہ کس طرح" ـــــ کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"ہم بجائے دس منٹ تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کے کیوں نہ اپنے طور پر کوشش کریں مجھے یقین ہے کہ اگر ہم کوشش کریں گے تو دائیں سائیڈ کی چادر کو ٹرک کے فرش سے بآسانی علیحدہ کیا جا سکتا ہے" ــــ صفدر نے جواب دیا اور پھر اس نے جھک کر اپنے ایک جوتے کا تسمہ کھولنا شروع کر دیا۔ تسمہ کھول کر اس نے اس کا ایک سرا جو بالکل اسکروڈرائیو کی طرح چپٹا تھا اور جس کی باقاعدہ دھار بنائی گئی تھی۔ ایک اسکرو کی درمیانی جھری میں ڈال کر گھمانا شروع کر دیا۔ سکرو چونکہ پہلے ہی ڈھیلا تھا اس لئے ایک لمحے میں اس نے اسکرو نکال لیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے اسکرو پر زور آزمائی شروع کر دی اور پھر وہ اسے بھی کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ ابھی وہ دوسرے اسکرو کو کھولنے میں مصروف تھا کہ اس کا منصوبہ سب کی سمجھ میں آ گیا اور ان سب نے بھی تیزی سے اپنے اپنے تسمے نکالے اور دوسرے اسکروز پر زور آزمائی شروع کر دی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کے عرصے میں انہوں نے تمام اسکروز کھول ڈالے۔ اب چادر کے آخری اور پہلے دو اسکروز باقی رہ گئے تھے۔ درمیان میں خاصا خلا بن گیا تھا اگر وہ چادر پر ذرا بھی دباؤ ڈالتے تو چادر ٹرک کے فرش سے ہٹ سکتی تھی اور وہ بآسانی باہر نکل سکتے تھے۔ مگر انہوں نے فوری طور پر باہر نکلنے کا منصوبہ ترک کر دیا کیونکہ انہیں ٹرک کے پیچھے آنے والی جیپوں کی آوازیں برابر سنائی دے رہی تھیں اور ظاہر ہے کہ

باہر نکلتے ہی وہ انہیں نظر آ سکتے تھے اور انہیں بآسانی گولیوں کا نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ڈی سیکشن کی کارروائی شروع ہونے تک انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ٹرک بدستور خاصی رفتار سے سڑک پر دوڑا چلا جا رہا تھا کہ اچانک فضا زبردست دھماکوں سے گونج اٹھی۔ دھماکے پے در پے ہوئے۔ ٹرک میں بند ہونے کے باوجود وہ سب سمجھ گئے کہ ٹرک کے پیچھے آنے والی جیپوں پر بم پھینکے گئے ہیں اور اسی لمحے ٹرک پر بھی فائرنگ ہوئی اور ٹرک کے ٹائر دھماکوں کے ساتھ پھٹ گئے اور ٹرک رک گیا۔

"باہر نکلو" ــــ جولیا نے چیخ کر کہا اور پھر صفدر اور کیپٹن شکیل نے ٹرک کی دائیں طرف کی چادر کو دونوں کونوں سے اٹھایا اور سیکرٹ سروس کے ممبران انتہائی پھرتی سے نیچے کود گئے۔ آخر میں کیپٹن شکیل اور صفدر بھی کود گئے۔ اب اس طرف سے فائرنگ ختم ہو گئی تھی اور انہیں ایک پنسل ٹارچ سے جنگل کی طرف سے آنے کا اشارہ بھی کیا گیا اور وہ سب انتہائی تیزی سے دوڑتے ہوئے جنگل میں داخل ہو گئے اور ابھی وہ ٹرک سے تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ ٹرک کی باڈی ایک خوفناک دھماکے سے پھٹ گئی اور اس کے ٹکڑے فضا میں بکھر گئے۔ صفدر کی بروقت کارروائی سے ان کی جانیں بچ گئیں تھیں ورنہ جس طرح ٹرک پر بم پھینکا گیا تھا اگر وہ ابھی تک ٹرک کے اندر ہوتے تو یقیناً اس وقت ان میں سے ایک بھی سلامت نہ بچتا اور پھر ایک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی فائرنگ بند ہو گئی۔

فائرنگ رکتے ہی درختوں پر سے سیاہ سوٹوں میں ملبوس نوجوان نیچے کود پڑے۔ ان میں سے ایک طویل القامت نوجوان جس کے ہاتھ میں مشین گن تھی تیزی سے صفدر وغیرہ کی طرف بڑھا۔

"آپ لوگ میرے ساتھ آئیں ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہئے"۔۔۔۔ اس نے قریب آ کر کہا اور وہ اس کے ساتھ ساتھ تقریباً بھاگتے ہوئے جنگل کی طرف گھستے چلے گئے۔ تقریباً پانچ منٹ تک مسلسل بھاگنے کے بعد وہ درختوں کے ایک گھنے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ اس جھنڈ کے اندر ایک لینڈ رودر جیپ موجود تھی۔ طویل القامت نوجوان نے جیپ کا دروازہ کھول کر اندر سیٹوں پر پڑے ہوئے ملبوسات نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ان میں سے اپنے اپنے سائز کے مطابق لباس چھانٹ کر جلد از جلد تبدیل کر لیں"۔۔۔۔ اور پھر وہ سب اپنے اپنے سائز کا لباس لے کر بجلی کی سی تیزی سے درختوں کی آڑ میں غائب ہوتے چلے گئے۔ چند لمحوں بعد وہ سب ایک ایک کر کے واپس ہوئے۔ اس دوران طویل القامت نوجوان بھی اپنا سیاہ لباس تبدیل کر چکا تھا۔ اب وہ ایک شکاری کے لباس میں تھا اور جو لباس اس نے ممبران کو دیئے تھے وہ بھی سب شکاریوں کے لباس تھے۔

"جلدی کیجئے"۔۔۔۔ طویل القامت نوجوان نے جیپ کے سٹیرنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور وہ سب پھرتی سے جیپ میں لد گئے۔ طویل القامت نوجوان نے جیپ کا انجن سٹارٹ کیا اور جیپ ایک جھٹکے سے

آگے بڑھ کر درختوں کے درمیان سے گزرتی چلی گئی۔ طویل القامت نوجوان بڑی مہارت سے جیپ چلا رہا تھا اس نے جیپ کی ہیڈ لائٹس بجھا رکھی تھیں اس کے باوجود جیپ یوں درختوں کے درمیان میں سے گزرتی چلی جا رہی تھی جیسے طویل القامت نوجوان کی ساری زندگی اس جنگل کے درمیان گزری ہو اور اسے ایک ایک درخت کی پوزیشن یاد ہو۔ ابھی جیپ کو دوڑتے ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ آسمان پر گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں یوں لگتا تھا جیسے کئی جنگی ہیلی کاپٹر جنگل کے اوپر پرواز کر رہے ہوں پھر آسمان سے جنگل پر تیز روشنیاں پھینکی جانے لگیں۔ آسمان سے پھینکی جانے والی روشنیاں اتنی تیز تھیں کہ جہاں جہاں سے وہ روشنی گزرتی نہ صرف وہ جگہ بلکہ آس پاس کا علاقہ بھی دن کی طرح روشن ہو جاتا مگر طویل القامت نوجوان روشنی سے جیپ کو بچا کر بڑی تیزی سے آگے بڑھاتا چلا گیا اور پھر چند لمحوں بعد جب جیپ ایک گھنے جھنڈ میں سے نکلی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جنگل کے درمیان ایک خالی قطعے پر پانچ چھ خیمے لگے ہوئے تھے اور وہاں تقریباً پانچ چھ شکاری ہاتھوں میں رائفلیں پکڑے کھڑے تھے جیپ ان خیموں کے قریب جا کر رک گئی اور طویل القامت نوجوان کے اشارے پر سیکرٹ سروس کے سب ممبران نیچے اتر آئے۔

"اس وقت آپ سب ریاست جونا گڑھ کے شاہی شکاری ہیں راجہ صاحب ابھی کیمپ میں نہیں پہنچے"۔۔۔۔ طویل القامت نوجوان نے

نیچے اترتے ہی انہیں سمجھاتے ہوئے کہا اور ان سب نے اثبات سر ہلا دیئے۔ خیموں پر موجود ریاست کے مخصوص نشانات سے وہ صورتحال کو پہلے ہی سمجھ چکے تھے۔

"مس صاحبہ آپ فوری طور پر لباس تبدیل کر لیں آپ مہاراجہ جوناگڑھ کی پرائیویٹ سیکرٹری ہیں اور میں ان کا نائب خاص ہوں میرا نام راجندر سنگھ ہے اور آپ کا نام مس ٹیکمر آپ کا لباس اس سامنے والے خیمے میں موجود ہے"۔۔۔۔ طویل القامت نوجوان نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

راما نند پہاڑ کی چوٹی پر ہر طرف برف ہی برف نظر آ رہی تھی یہ چوٹی اتنی بلند تھی کہ یہ پورا سال برف کی دبیز تہہ سے ڈھکی رہتی تھی کوہ پیماؤں کے مخصوص نقطہ نظر سے اس چوٹی کا سر کرنا تقریباً ناممکن تھا کیونکہ ایک تو اس کی چوٹی کی مخصوص بناوٹ اس قسم کی تھی کہ اس کی چٹانیں چاروں طرف سے بالکل سیدھی تھیں پھر چوٹی پر ہر وقت تیز آندھی چلتی رہتی تھی جس کی بنا پر برف کے بڑے بڑے گلیشیر اپنی جگہ سے کھسک کر طوفانی رفتار سے نیچے گرتے رہتے تھے یوں لگتا تھا جیسے راما نند کی چوٹی سے ہر وقت گلیشیروں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ مگر اس وقت اس چوٹی کے عین اوپر بڑے بڑے پتھروں سے ایک وسیع ہال تعمیر کیا جا چکا تھا اس ہال کے تعمیر میں مخصوص قسم کے مصنوعی پتھر استعمال کئے گئے تھے جو بیرونی سردی کو اپنے اندر جذب کر لینے کی صلاحیت رکھتے تھے اس طرح ہال کے اندر کا درجہ حرارت خاصا

خوشگوار رہتا تھا اس ہال کی تعمیر گزشتہ ایک ماہ سے مسلسل جاری تھی اور مخصوص قسم کے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے یہ پتھر چوٹی پر لے آئے گئے تھے اور پھر مخصوص لباس میں فن تعمیر کے ماہرین بڑی تیزی سے اس ہال کی تعمیر میں دن رات مصروف تھے۔ حکومت کافرستان اس ہال میں پروفیسر مارٹن کی وہ مشین نصب کرنا چاہتی تھی جسے ایس ایس ڈبلیو کہا جاتا تھا۔ پروفیسر مارٹن نے ہال کی تعمیر کے دوران طاقتور رینج کی مشین تیار کر لی تھی اور ہال کی تعمیر کے بعد اب پروفیسر مارٹن کی نگرانی میں یہ دیو ہیکل مشین اس ہال میں نصب کی جا رہی تھی۔ ہال کے اندر پتھروں سے ہی مختلف کمرے تیار کئے گئے تھے اور یہاں تازہ ہوا کی فراہمی کے بھی مخصوص انتظامات کئے گئے تھے اس کے ساتھ ساتھ بجلی پیدا کرنے کے لئے ایک خود کار جنریٹر بھی نصب کیا گیا تھا۔ ہال کے درجہ حرارت کو کنٹرول کرنے کے لئے مخصوص انتظامات کئے گئے تھے غرض یہ کہ ہال جدید ترین سائنس کا ایک کمال تھا اس ہال کے پتھروں میں اتنا وزن اور دباؤ سہارنے کی طاقت تھی کہ برف کی دبیز تہہ اور تیز ہوا اور گلیشیروں کی بارش اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں چونکہ چوٹی پر ہر وقت برف جمی رہتی تھی اس لئے ہال کی دیواروں اور چھتوں پر بھی برف کی موٹی سی تہہ جم گئی تھی چنانچہ اب یہ ہال برف کے ایک بڑے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ہال میں داخلے اور باہر نکلنے کے لئے ایک مخصوص راستہ تیار کیا گیا تھا اور یہ راستہ ہال کے اندر سے ایک سرنگ میں سے ہو کر ہال سے کافی دور ایک بڑی چٹان کے

پیچھے جا نکلتا تھا اس چٹان کو ہیلی پیڈ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ غرض یہ کہ کافرستان کی حکومت نے اپنی طرف سے اس بات کا پورا انتظام کیا تھا کہ یہ ہال خفیہ رہے اور طاقتور کیمرہ بھی اس کی اصلیت کو اباگر نہ کر سکے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اطمینان تھا کہ اس ہال کو کسی بھی حالت میں تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔ ہال کی تعمیر اور مشین کے نصب ہونے کے بعد یہاں سائنس دانوں، فنی ماہرین اور انجینئروں کی ایک خصوصی ٹیم تعینات کر دی گئی اس کے علاوہ سیکورٹی کا بھی خاص انتظام کیا گیا اور ہر ماہ کی ایک مخصوص تاریخ کو شفٹ کی تبدیلی ہونی طے پائی اس ہال کے ایک کمرے میں اس وقت پروفیسر مارٹن ایک میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا میز پر جدید ساخت کا انتہائی طاقتور ٹرانسمیٹر نصب تھا جس سے کافرستان میں ہر جگہ رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا وزیر اعظم کافرستان نے پروفیسر مارٹن کو اس مشن کا انچارج مقرر کیا تھا اور اسے اس بات کی آزادی دی تھی کہ وہ جس طرح چاہے یہاں کے نظام کو کنٹرول کرے اس پوری عمارت میں صرف ایک عورت تھی اور یہ پروفیسر مارٹن کی سیکرٹری مس روما تھی۔ پروفیسر مارٹن ذاتی طور پر خاصہ رنگین مزاج واقع ہوا تھا اس لئے مس روما اس کی سیکرٹری ہونے کے ساتھ ساتھ دوست بھی تھی۔ حکومت نے بھی مس روما کی تقرری اس لئے منظور کر لی تھی کہ پروفیسر ذہنی طور پر نارمل رہے۔ پروفیسر مارٹن نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبایا تو مس روما تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ مس روما خاصی قبول صورت اور صحت

مند جسم کی مالک تھی۔ اس کے چہرے پر ایک پرکشش مسکراہٹ ہر وقت رینگتی رہتی تھی جس کی وجہ سے اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"یس باس"۔۔۔۔ مس روما نے انتہائی مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"بیٹھو"۔۔۔۔ پروفیسر نے اپنے گنجے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور مس روما خاموشی سے میز کی دوسری طرف پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"دیکھو مس روما اب ہم مشین کی تنصیب سے فارغ ہو گئے ہیں اور اس کے پہلے تجربے کا وقت آتا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے وزیراعظم کافرستان بنفس نفیس اس تجربے کے لئے یہاں آئیں اس لئے ہمیں اب پوری طرح چوکنا رہنا پڑے گا"۔۔۔۔ پروفیسر مارٹن نے کہا۔

"یس باس۔ میں سمجھتی ہوں"۔۔۔۔ مس روما نے جواب دیا۔

"دیکھو جس بات کے لئے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے اسے غور سے سنو۔ یہاں ماہرین کی ٹیم موجود ہے گو وہ فن تعمیر کے ماہرین ہیں مگر مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ہمارے دشمن ماہرین کی آڑ میں اپنے ایجنٹ یہاں نہ بھیج دیں یا ان میں کوئی دشمن کا ایجنٹ ہو میں کسی قیمت پر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں کام کرو۔ تم ان ماہرین سے قریبی تعلقات پیدا کرو اور ان کے ذہن ٹٹولنے کی کوشش کرو تاکہ تجربے سے پہلے میں ان ماہرین کے متعلق اچھی طرح جان جاؤں"۔ پروفیسر مارٹن نے مس روما کو سمجھاتے ہوئے

کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ آپ بے فکر رہیں میں سب کو اچھی طرح چیک کر لوں گی مگر اس سلسلے میں مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے کتنی مہلت مل سکتی ہے۔ مس روما نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں۔ اس سلسلے میں میں تمہیں پندرہ دن دے سکتا ہوں"۔ پروفیسر مارٹن نے جواب دیا۔

"او کے باس۔ آپ بے فکر رہیں میں پندرہ دن سے پہلے ہی سب کچھ معلوم کر لوں گی"۔۔۔۔ مس روما نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ ضرورت سے زیادہ ان کے ساتھ نہ چپک جانا"۔۔۔۔ پروفیسر مارٹن نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"آپ کو شکایت نہیں ہو گی سر"۔۔۔۔ مس روما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ اب تم جا سکتی ہو"۔۔۔۔ پروفیسر مارٹن نے کہا اور مس روما اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد پروفیسر مارٹن نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا اور وارالحکومت کی سائنس ریسرچ لیبارٹری کے انچارج سے ضرورت کے سامان کے متعلق بات چیت میں مصروف ہو گیا۔

کمرہ تیز سیٹی کی آواز سے گونج اٹھا۔ ناٹران نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ دوسرے لمحے سیٹی کی آواز کی بجائے ایک مردانہ آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری۔

"انچارج سیکشن ڈی سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"یس ناٹران سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ ناٹران نے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس ہم نے سیکرٹ سروس کے ممبرز کو ملٹری انٹیلی جنس کی گرفت سے آزاد کرا لیا ہے اور اب پروگرام کے مطابق وہ مہاراجہ جونا گڑھ کے شکاری کیمپ میں پہنچ چکے ہیں۔ اوور"۔۔۔۔ انچارج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ۔ اب ان کی حفاظت تمہارے ذمہ ہے۔ مہاراجہ جونا

گڑھ سے بات چیت ہو چکی ہے اس لئے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ تم انہیں صرف ناٹران کا لفظ کہہ دینا باقی سب کچھ وہ سمجھ جائیں گے۔ اب تم نے انہیں رامانند پہاڑ کے قریبی بستی جھرنی پہنچانا ہے اس کے بعد تمہاری ڈیوٹی ختم۔ اوور"۔۔۔۔ ناٹران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"جھرنی تو جونا گڑھ کا دارالحکومت ہے۔ کیا انہیں شاہی محل میں پہنچایا جائے گا۔ اوور"۔۔۔۔ انچارج نے پوچھا۔

"ہاں۔ بہرحال اس بات کا خیال رکھنا کہ انہیں جلد از جلد اور بحفاظت وہاں تک پہنچایا جائے۔ اوور"۔۔۔۔ ناٹران نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر سر۔ اوور"۔۔۔۔ انچارج نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ ناٹران نے کہا اور بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ابھی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کیا ہی تھا کہ کمرے کی سامنے والی دیوار پر موجود سکرین کے اوپر لگا ہوا سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ ناٹران نے چونک کر میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سکرین روشن ہو گئی اور دوسرے لمحے وہ بری طرح چونک پڑا۔ سکرین پر آئی جی پولیس اور ڈی آئی جی پولیس کی شکلیں نظر آ رہی تھیں۔ اس کے ذہن میں زلزلہ سا آ گیا۔ اس نے یہی سمجھا کہ پولیس نے ہیڈکوارٹر پر ریڈ کر دیا ہے مگر دوسرے لمحے ان میں سے

ایک کی آواز کمرے میں گونجی۔

"جلدی پھاٹک کھولو۔ عمران بول رہا ہوں ایسا نہ ہو کہ کہیں ہماری بدقسمتی کا پھاٹک کھل جائے"۔۔۔۔ سکرین پر اسے آئی جی پولیس کے لب ہلتے ہوئے نظر آئے۔ یہ ناٹران کے لئے ایک اور ذہنی دھماکہ تھا مگر وہ عمران کی آواز اچھی طرح پہچانتا تھا اس لئے اس نے تیزی سے دو مختلف رنگوں کے بٹن دبا دیئے اور اس کے ساتھ ہی سکرین صاف ہو گئی۔ ناٹران تیزی سے اٹھا اور پھر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ذہن میں بھونچال آیا ہوا تھا۔ وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ عمران اور فیصل جھرنی کی طرف چلے گئے ہیں مگر اب وہ آئی جی اور ڈی آئی جی کے روپ میں واپس آ گئے۔ یہی چکر اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ یہی سوچتا ہوا وہ ابھی دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ اچانک پلٹ کر واپس میز کی طرف آ گیا۔ کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے بڑے چوکنے انداز میں ایک سرخ رنگ کے بڑے سے بٹن پر انگلی رکھ لی۔ اصل میں وہ ابھی تک آنے والوں کی طرف سے مشکوک تھا کیونکہ اس کا ذہن تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ آنے والا واقعی عمران ہے۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ڈاج ہو۔ اس صورت میں اسے صرف یہی سرخ رنگ کا بٹن دبانا پڑے گا اور پوری عمارت ایک دھماکے سے اڑ جائے گی۔ وہ سیکرٹ سروس کے راز کسی صورت میں بھی دشمن کے ہاتھ میں جانے دینے پر رضامند نہیں تھا اور پھر وہ اس لئے بھی پلٹ آیا تھا کہ اگر آنے والا واقعی عمران ہے تو وہ خود بخود آپریشن روم میں پہنچ جائے گا۔

چند لمحوں بعد دروازے کے اوپر لگا ہوا سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا اور ناٹران نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی اس کے تنے ہوئے اعصاب قدرے ڈھیلے پڑ گئے کیونکہ آنے والے اس کمرے تک پہنچ گئے تھے۔ اس نے ایک اور بٹن دبایا اور دروازہ کھلتا چلا گیا اور سکرین پر نظر آنے والے آئی جی پولیس اور ڈی آئی جی اندر داخل ہوئے۔

"آپ اور اس حلیے میں۔ آپ تو جھرنی کی طرف روانہ ہو گئے تھے"۔۔۔۔ ناٹران نے اٹھ کر ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ روانہ تو ہوئے تھے مگر پولیس نے ہمیں واپس ادھر روانہ کر دیا اور اگر روانہ ہی ہونا ہے تو ادھر کیا اور ادھر کیا"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ فیصل ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔

"بیٹھ جائیے مسٹر ڈی آئی جی۔ یہ بھی اپنا ہی یار ہے"۔۔۔۔ عمران نے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور فیصل خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ چونکہ پہلی بار ہیڈ کوارٹر میں آیا تھا اس لئے اس کی نظروں میں قدرے حیرت کے آثار تھے اور پھر عمران نے تفصیل کے ساتھ پروفیسر کے فارم سے پولیس ہیڈ کوارٹر اپنی روانگی اور پھر وہاں سے یہاں تک کی روانگی کا حال سنا دیا۔

"اوہ۔ بڑا ہنگامہ خیز سلسلہ ہے۔ شاگل کو جب اطلاع ملے گی تو وہ پاگل ہو جائے گا"۔۔۔۔ ناٹران نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"دونوں ہم قافیہ ہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ شاگل نہ سہی پاگل

سنی"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ناٹران بے اختیار ہنس دیا۔ فیصل کے لبوں پر بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"ٹیم کا کیا حال ہے۔ کہاں تک پہنچی ہے وہ"۔۔۔ عمران نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا اور ناٹران نے ٹیم کے متعلق اب تک کی تمام تفصیل بتا دی۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔ عمران نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ کاغذ نکال لئے جو وہ پولیس ہیڈ کوارٹر میں موجود فائل سے اڑا لایا تھا۔ اس نے میز پر پڑے ہوئے کاغذ کو اپنی طرف کھسکایا اور پنسل اٹھا کر اس فائل کے مندرجات کو ڈی کوڈ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ مختلف حروف کاغذ پر لکھتا رہا اور کاٹتا رہا پھر اس نے تیزی سے فقرے لکھنے شروع کر دیئے۔ جیسے جیسے وہ فقرے لکھتا جا رہا تھا اس کی آنکھوں میں وحشت کے سائے ابھرتے چلے آ رہے تھے۔

"اوہ۔ انتہائی بھیانک منصوبہ ہے۔ انتہائی بھیانک۔ اسے فوراً اور ہر قیمت پر تباہ ہونا چاہئے"۔۔۔ عمران کے لہجے میں زخمی بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔

"کیا بات ہے۔ کیسا منصوبہ"۔۔۔ ناٹران نے چونک کر پوچھا اور عمران نے کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا اور پھر ناٹران کے چہرے پر بھی وہی تاثرات ابھر آئے جو عمران کے چہرے پر تھے۔

"یہ لوگ انسان نہیں بھیڑیئے ہیں۔ درندے ہیں"۔۔۔ ناٹران

کے لہجے میں شدید کرختگی تھی۔

"ہاں اور ان کا انجام بھی درندوں جیسا ہو گا۔ تباہی ان کا مقدر بن چکی ہے"۔۔۔ عمران کے لہجے میں ابھی تک غراہٹ تھی۔

"مگر عمران صاحب آخر یہ کس قسم کی مشین ہے جو بغیر دھماکے کے لاکھوں افراد کو موت کے منہ میں پہنچا دیتی ہے"۔۔۔ ناٹران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں کچھ کچھ سمجھ گیا ہوں۔ فائل کے اوپر اس کے دو نام لکھے ہوئے تھے۔ ایس ایس ڈبلیو اور خاموش چیخیں اور شکر گڑھ کے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کی حالت دیکھ کر میں ان کے آئیڈیئے تک پہنچ گیا ہوں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"کیا آپ اس آئیڈیئے پر روشنی ڈال سکتے ہیں"۔۔۔ ناٹران نے پوچھا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے یہ سب کچھ آواز کی لہروں سے ہوا ہے۔ اس کو مختصر طور پر یوں سمجھ لو کہ آواز کی لہریں مختلف طاقتوں کی ہوتی ہیں۔ انسانی کان ایک حد تک اونچی آواز سن سکتے ہیں اس سے زیادہ طاقت کی آواز سنائی تو نہیں دیتی مگر وہ زبردست تباہی پھیلا دیتی ہے یعنی ایسی چیخ جو انسانی کانوں کے لئے خاموشی کے مترادف ہے مگر اس کی طاقت انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ہم خاموش چیخ کہہ سکتے ہیں۔ شکر گڑھ میں میں نے انسانی کانوں سے خون نکلا ہوا دیکھا تھا اور فائل پر خاموش چیخیں لکھا ہوا تھا اس سے صاف

ظاہر ہوتا ہے کہ پروفیسر مارٹن نے ایسی مشین ایجاد کی ہے جو آواز کی انتہائی طاقتور لہریں پیدا کرتی ہے۔ یہ لہریں چونکہ انسانی کانوں کی حد سماعت سے اونچی ہوتی ہیں اس لئے کسی قسم کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی مگر یہ لہریں ہر طرف تباہی پھیلا دیتی ہیں۔ شکر گڑھ پر انہی خاموش چیخوں کا تجربہ کیا گیا اور اب یہ تجربہ رامانند چوٹی کے ذریعے زیادہ وسیع پیمانے پر کیا جا رہا ہے یعنی لاکھوں افراد کی انتہائی خاموشی سے ہلاکت" ــــــ عمران کے لہجے میں وحشت کی جھلکیاں موجود تھیں۔

"اس کا مطلب ہے ایس ایس ڈبلیو سے ان کی مراد سپر ساؤنڈ ویوز ہے" ــــــ ناٹران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس کا یہی مطلب نکلتا ہے اور اس کاغذ سے اس بات کا ثبوت مل گیا ہے کہ وہ جلد ہی رامانند پہاڑ کی چوٹی پر موجود لیبارٹری سے ہمارے ملک کے سرحدی شہر جوشان کو نشانہ بنانے والے ہیں" ــــــ عمران نے جواب دیا۔

"اس سلسلے میں میں نے آپ کو اطلاع دی تھی" ــــــ ناٹران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں مگر وہ صرف اطلاع تھی اور اب بات یقینی ہو چکی ہے۔ ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس لیبارٹری کو تباہ کرنا ہو گا" ــــــ عمران نے کہا۔

"مگر عمران صاحب رامانند پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنا انتہائی کٹھن مرحلہ ہے" ــــــ ناٹران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کٹھن قسم کے لفظ میری لغت میں نہیں ہوتے۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا اب ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو جھرنی پہنچنا چاہئے۔ مزید دیر ہمارے لئے تباہ کن ثابت ہو گی" ــــــ عمران نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کوئی جہاز ہائی جیک کرنا چاہئے۔ جھرنی میں مہاراجہ کا رن وے موجود ہے" ــــــ ناٹران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ رن وے پر اترنے کے بعد کافرستان کی تمام قوت جھرنی پر مرکوز ہو جائے گی اور اس نازک مشن کی خاطر وہ لوگ مہاراجہ کا بھی خیال نہیں کریں گے۔ ہمیں راستے میں ہی اترنا پڑے گا۔ بہرحال خیال ٹھیک ہے جہاز والا آئیڈیا اچھا ہے۔ ہم میک اپ بدل لیں تم بھی تیار ہو جاؤ ہم تینوں چلیں گے" ــــــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ خود تیزی سے کمرے سے ملحقہ باتھ روم میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب عمران باہر آیا تو وہ ایک عام کافرستانی نوجوان کے روپ میں تھا۔ عمران نے فیصل کا بھی میک اپ کیا اور ایک کاغذ گھسیٹ کر اس نے ضروری سامان کی لسٹ بنانی شروع کر دی۔

"یہ سامان ایک گھنٹے کے اندر مہیا کر دو۔ ہم شام کو جہاز ہائی جیک کریں گے"۔ عمران نے ناٹران کی طرف کاغذ بڑھاتے ہوئے کہا اور ناٹران نے سر ہلا دیا اور پھر کاغذ ہاتھ میں تھامے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا اور عمران نے کرسی کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں۔

جولیا اور ٹیم کے دوسرے ممبروں نے شکاری کیمپ میں پہنچتے ہی منہ ہاتھ دھو کر اپنا حلیہ درست کیا اور اب وہ سب شکاریوں کے مخصوص لباس میں تھے جبکہ جولیا مہاراجہ کی پرسنل سیکرٹری کا روپ دھار چکی تھی۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ابھی ان کے کیمپ کو گھیر لیا جائے گا اس لئے وہ ہر صورت حال سے نپٹنے کے لئے ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھے اور پھر وہی ہوا تقریباً آدھے گھنٹے بعد بے شمار ہیلی کاپٹر جنگل پر پرواز کرتے ہوئے نظر آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ جیپوں کا شور بلند ہوا اور کیمپ میں موجود تمام افراد چوکنے ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد کیمپ کو چاروں طرف سے ملٹری کے سپاہیوں نے گھیر لیا اور پھر ایک ہیلی کاپٹر کیمپ کے سامنے خالی جگہ پر اترا۔ اس میں سے چار افراد باہر آ گئے۔ یہ چاروں سادہ لباس میں تھے۔ ان کے باہر آتے ہی ملٹری کا ایک دستہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر ان کے

پیچھے کھڑا ہو گیا۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں موجود تھیں اور وہ سب بے حد چوکنے معلوم ہو رہے تھے۔

"جنگل کی تلاشی اچھی طرح لے لی گئی ہے" ——— ایک طویل القامت آفیسر نے مڑ کر دستے کے انچارج سے کہا۔

"یس سر۔ جنگل میں اس کیمپ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے"۔ انچارج نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں۔ طویل القامت آدمی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کیمپ کی طرف بڑھنے لگا۔ باقی افراد اور حفاظتی دستہ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ کیمپوں میں موجود تمام افراد اپنے اپنے کیمپوں سے باہر آ گئے تھے۔ ان سب کے چہروں پر حیرت کے تاثرات تھے۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر سے اترنے والے کیمپ کے قریب پہنچے وہ شخص جو صفدر وغیرہ کو یہاں لے آیا تھا اور جس نے اپنا نام راجندر سنگھ بتایا تھا آگے بڑھا۔

"آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ یہ مہاراجہ جونا گڑھ کا شکاری کیمپ ہے" ——— راجندر سنگھ نے بڑے باوقار لہجے میں اس طویل القامت سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا جو سب سے آگے آگے تھا۔

"ہمیں معلوم ہے۔ کیا مہاراجہ جونا گڑھ کیمپ میں موجود ہیں"۔ طویل القامت نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ وہ ابھی نہیں پہنچے۔ مگر کسی بھی لمحے وہ یہاں پہنچ سکتے ہیں" ——— راجندر سنگھ نے اسی طرح باوقار لہجے میں جواب دیا۔ طویل القامت نے ایک نظر وہاں موجود تمام شکاریوں پر ڈالی اور پھر

راجندر سنگھ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا تم سب واقعی مہاراجہ کے شکاری ہو" ـــــ طویل القامت کا لہجہ بیحد سرد تھا۔

"جی ہاں۔ آپ کو کیا شک ہے" ـــــ راجندر سنگھ نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور اسی لئے ہم یہاں آئے ہیں۔ تم سب اپنے آپ کو حراست میں سمجھو۔ اگر کسی نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمہ داری تم سب پر ہو گی۔ مہاراجہ کے آنے کے بعد اس بات کا فیصلہ ہو گا کہ آپ لوگ کون ہیں" ـــــ طویل القامت نے اسی لہجے میں کہا۔

"مگر ہمیں حراست میں لئے جانے کا مقصد بھی معلوم ہونا چاہئے" ـــــ راجندر سنگھ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دشمن ملک کے کچھ ایجنٹ اسی جنگل میں ہماری حراست سے فرار ہو گئے ہیں اور پورے جنگل کی ناکہ بندی کرلی گئی ہے۔ کہیں بھی ان کا نشان نہیں ملا اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ایجنٹ آپ لوگوں کے درمیان موجود ہیں" ـــــ طویل القامت نے جو ملٹری سیکرٹ سروس کا سربراہ زیرو ون تھا' انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے کیمپ میں ایسا کوئی فرد موجود نہیں ہے اور نہ ہی ادھر کوئی آیا ہے۔ ہم سب مہاراجہ کے پرانے خدمت گار ہیں۔ مہاراجہ ہم سب کو اچھی طرح پہچانتے

ہیں" ـــــ راجندر سنگھ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے" ـــــ طویل القامت نے جواب دیا اور پھر گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"مہاراجہ چند لمحوں میں پہنچنے والے ہیں" ـــــ ابھی اس کا فقرہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ آسمان پر ایک ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ یہ سرخ رنگ کا ہیلی کاپٹر تھا اور اس پر ریاست جونا گڑھ کا مخصوص نشان نظر آ رہا تھا۔

"مہاراجہ آ گئے" ـــــ راجندر سنگھ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ مہاراجہ کا ہیلی کاپٹر کیمپ کے سامنے اتر گیا۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا اور پھر ادھیڑ عمر اور بڑی بڑی مونچھوں والا مہاراجہ بڑے شاہانہ انداز میں باہر آ گیا۔ طویل القامت اپنے ساتھیوں سمیت ان کی طرف بڑھا۔ مہاراجہ بڑی حیرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ طویل القامت نے آگے بڑھ کر جیب سے ایک کارڈ نکالا اور مہاراجہ کی طرف بڑھا دیا۔ مہاراجہ نے ایک نظر کارڈ پر ڈالی اور پھر ان کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات کچھ اور ابھر آئے۔

"آپ لوگ یہاں کیوں موجود ہیں۔ کیا چکر ہے" ـــــ مہاراجہ کے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔

"ہزہائی نس۔ دشمن ملک کے چند ایجنٹ ملٹری سیکرٹ سروس کے ہاتھوں سے اسی جنگل میں فرار ہو گئے ہیں۔ ہم نے پورے جنگل میں انہیں تلاش کیا ہے مگر ان کا کہیں کوئی نشان نہیں ملا۔ اس جنگل میں

صرف آپ کا شکاری کیمپ موجود ہے اسی لئے"---- زیرو ون نے قدرے مودبانہ مگر سرد لہجے میں کہا۔

"اسی لئے تمہیں شک ہے کہ دشمن کے ایجنٹ یہاں موجود ہیں"۔ مہاراجہ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہزہانس۔ درست سمجھے ہیں ہم کیمپ کی چیکنگ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا انتظار تھا۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا یہاں موجود لوگ واقعی آپ کے آدمی ہیں یا نہیں"---- زیرو ون نے کہا۔

"ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں آپ بے فکر رہیں ہم آپ سے مکمل تعاون کریں گے۔ آیئے ہمارے ساتھ"---- مہاراجہ نے سرہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر کیمپ کی طرف بڑھ گیا جہاں مہاراجہ کے شکاریوں کے ساتھ ساتھ سیکرٹ سروس کے ممبران موجود تھے۔ جیسے ہی مہاراجہ راجندر سنگھ کے پاس پہنچا راجندر سنگھ نے باقاعدہ فوجی سیلوٹ کیا اور مودب کھڑا ہو گیا۔

"راجندر سنگھ یہاں دشمن کے ایجنٹ تو نہیں آئے"۔ مہاراجہ نے کہا اور اسی لمحے ان کی نظریں صفدر اور اس کے ساتھیوں کی طرف اٹھ گئیں اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات ابھرنے لگے۔

"نہیں جناب۔ ہم سب یہاں موجود ہیں۔ ناٹران ہمیں یہاں پہنچا کر واپس چلا گیا تھا"---- راجندر سنگھ نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا اور ناٹران کا لفظ سنتے ہی مہاراجہ یکدم چونک پڑے۔ دوسرے لمحے ان کا چہرہ پرسکون ہو گیا۔

"ہزہانس۔ آپ ان کے چہرے' جسامت اور قدوقامت کو اچھی لرح دیکھیں۔ کیا آپ انہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں"---- زیرو ون نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ مہاراجہ آگے بڑھے اور پھر وہ ایک ایک ڈمی کے پاس پہنچ کر رکتے' اسے غور سے دیکھتے اور پھر سرہلاتے ہوئے آگے بڑھ جاتے۔

"یہاں سب میرے اپنے پرانے شکاری موجود ہیں اور ان میں کوئی شخص اجنبی نہیں ہے"---- مہاراجہ نے اطمینان بھرے لہجے میں زیرو ون سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب۔ مگر ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم ان سب کو اپنے طور پر چیک کرلیں"---- زیرو ون نے قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں۔ اجازت ہے مگر یہ سب بکھیڑا جلد از جلد ختم ہو جانا چاہئے تم نے میرا موڈ غارت کر دیا ہے"---- مہاراجہ نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔ زیرو ون نے مہاراجہ کو جواب دینے کی بجائے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور پھر دو آدمی آگے بڑھ آئے۔ ایک کے ہاتھ میں امونیا کی بوتل تھی جبکہ دوسرے کے ہاتھ میں تولیہ تھا۔ پھر ایک ایک آدمی کے چہرے کو امونیا سے دھویا گیا اور تولیئے سے خوب رگڑا گیا مگر چونکہ وہ سب اصلی چہروں میں تھے اس لئے زیرو ون کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

"ٹھیک ہے جناب ہم معذرت خواہ ہیں"---- زیرو ون نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بہرحال ٹھیک ہے مگر اب ہم بھی واپس جائیں گے ہمارا موڈ خراب ہو گیا ہے"۔۔۔۔ مہاراجہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر راجندر سنگھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"راجندر کیمپ سمیٹ لئے جائیں ہم واپس جا رہے ہیں"۔ مہاراجہ نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے واپس اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ راجندر سنگھ کے اشارے پر تیزی سے کیمپ سمیٹے جانے لگے اور تقریباً آدھ گھنٹے بعد وہ سب لینڈ روور جیپوں میں سوار ہو کر چل پڑے۔ ملٹری کے چند آدمی ان کی جیپوں پر موجود تھے تاکہ انہیں جنگل سے باہر پہنچا دیا جائے۔ زیرو ون نے خاص طور پر اس کا حکم دیا تھا کہ کہیں راستے میں دشمن کے ایجنٹ نہ چھپے ہوئے ہوں اور ان جیپوں کے ذریعے بچ کر نکل جانے میں کامیاب ہو جائیں۔

چاروں طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف کنٹرول ٹاور کی بتیاں جل رہی تھیں۔ پورا رن وے تاریک اور سنسان پڑا ہوا تھا البتہ سیکورٹی کے افراد اپنی اپنی جگہوں پر چوکنے تھے۔ یہ مخصوص فوجی ہوائی اڈہ تھا یہاں سے صرف خصوصی پروازیں اڑ اور اتر سکتی تھیں۔ یہ ہوائی اڈہ دارالحکومت سے کافی دور ایک گھنے جنگل کے درمیان واقع تھا اور اس کی حفاظت کے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ یہ اڈہ بلک کے سربراہ اعلیٰ حکام صرف ایسے موقعوں پر استعمال کرتے تھے جب کوئی خاص اور خفیہ مشن درپیش ہو۔ ہوائی اڈے کے دائیں طرف ہینگر بنے ہوئے تھے جس میں تین طیارے موجود تھے۔ یہ طیارے بھی ہنگامی حالات میں استعمال کئے جاتے تھے۔ ہینگروں کے فولادی دروازے بند تھے اور ان کے گرد ملٹری کے چاق و چوبند نوجوان بڑے محتاط انداز میں پہرہ دے رہے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین

گئیں تھیں۔ کنٹرول ٹاور پر ڈیوٹی پر موجود نوجوان بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا ایک ضخیم ناول کے مطالعہ میں مصروف تھا جبکہ کنٹرول روم کے باہر بیٹھا ہوا چپڑاسی اونگھ رہا تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ اطمینان سے اور فارغ بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ شیڈول میں کسی پرواز کے آنے یا جانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا البتہ ہنگامی بنیادوں پر کسی بھی وقت کوئی پرواز یہاں سے جا یا آ سکتی تھی۔ اچانک کنٹرول ٹاور میں موجود ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی اور نوجوان نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ڈیوٹی روم"۔۔۔۔ نوجوان نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"چیف سیکرٹری منسٹری آف ڈیفنس سپیکنگ۔ سپیشل پرواز کے لئے تیار ہو جائیں۔ سب کو الرٹ کر دیا جائے۔ سرحدی چوکیوں کو چوکنا کر دیا جائے۔ تین افراد کار نمبر ایف آئی تین صفر تین چار میں ایئرپورٹ پر پہنچیں گے وہ خود جہاز پائلٹ کریں گے۔ ٹاپ سیکرٹ"۔ چیف سیکرٹری کی باوقار آواز سنائی دی۔

"کوڈ سر"۔۔۔۔ آپریٹر نے پوچھا۔

"زیرو ون زیرو ٹو"۔۔۔۔ چیف سیکرٹری نے جواب دیا۔

"او کے سر۔ انتظامات ہو جائیں گے"۔۔۔۔ آپریٹر نے مطمئن لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ آپریٹر نے ناول ایک طرف رکھا اور پھر میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر پر موجود ایک چھوٹا سا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ہیلو۔ کنٹرول ٹاور سپیشل ایئرپورٹ سپیکنگ۔ ٹاپ سیکرٹ مسیج۔ ابھی ابھی ایئرپورٹ سے خصوصی پرواز جائے گی ہینگر نمبر تین کا جہاز رن وے پر پہنچا دیا جائے۔ سیکورٹی پوری طرح الرٹ رہے۔ سرحدی چوکیوں کے لئے مسیج۔ پلیز نوٹ کر لیں۔ کار نمبر ایف آئی آئی تین صفر تین چار میں تین افراد کو پوری حفاظت سے ایئرپورٹ پہنچا دیا جائے۔ چیف سیکرٹری منسٹری آف ڈیفنس مسیج۔ کوڈ زیرو ون زیرو ٹو۔ دوبارہ سنیں"۔۔۔۔ آپریٹر نے یہی پیغام دوبارہ دوہرایا اور پھر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اب وہ پوری طرح چوکنا ہو کر کنٹرول مشینوں کو چیک کرنے میں مصروف ہو گیا۔ رن وے کی بتیاں جلا دی گئیں اور ہینگر نمبر تین پر تیزی سے نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ ہینگر نمبر تین کا دروازہ کھول دیا گیا اور پھر ایک چھوٹا سا جہاز باہر نکالا گیا۔ چھوٹی سی جیپ کے پیچھے اسے ہک کر دیا گیا اور جیپ اسے لئے ہوئے رن وے پر دوڑنے لگی۔

"عمران صاحب ایک نادر ترکیب سمجھ میں آ گئی ہے۔ اب ہمیں جہاز ہائی جیک نہیں کرنا پڑے گا"۔۔۔۔۔ ناٹران نے کمرے میں داخل ہوتے ہی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو کیا الف لیلوی کہانیوں کا اڑن قالین ہتھے چڑھ گیا ہے"۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"بس یونہی سمجھ لیجئے۔ میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ ہم آج آدھی رات کو سپیشل ایئرپورٹ سے پرواز کریں گے۔ ٹاپ سیکرٹ پرواز"۔۔۔۔۔ ناٹران نے کہا۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔

"آخر پتہ بھی چلے کیا ہوا"۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا اور ناٹران نے سپیشل ایئرپورٹ سے پرواز کی تفصیلات بتانی شروع کر دیں کہ کس طرح اس نے اس بات کا انتظام کر لیا ہے کہ رات کو اس کے سیکشن کا آدمی چیف سیکرٹری کی جگہ سنبھال لے گا اور پھر اس کے حکم پر ہم

سپیشل ایئرپورٹ سے بڑی آسانی سے پرواز کر سکیں گے۔

"خوب۔ اچھی سکیم ہے۔ تمہارا ذہن واقعی کام کرتا ہے"۔ عمران نے تفصیلات سننے کے بعد تحسین آمیز لہجے میں کہا اور ناٹران خوشی سے ہاتھ ملنے لگا۔ عمران کے منہ سے نکلنے والے تعریفی کلمات اس کی کارکردگی کا سب سے بڑا انعام تھے اور پھر رات کو جب ناٹران کو اوکے کا سگنل مل گیا تو وہ عمران اور فیصل جان سمیت کار میں سوار ہوا۔ ڈرائیونگ ناٹران خود کر رہا تھا جبکہ عمران اس کے ساتھ اور فیصل پچھلی نشست پر تھا۔

"کیا لسٹ کی سب چیزیں کار میں رکھ دی گئی ہیں"۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں جناب۔ یہ سب چیزیں ایک پیکٹ کی صورت میں کار کی ڈگی میں موجود ہیں"۔۔۔۔۔ ناٹران نے جواب دیا اور دوسرے لمحے کار تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی دارالحکومت کی اس سڑک پر پہنچ گئی جو شمالی جنگل کی طرف جاتی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ جنگل کی سرحدی چوکی پر پہنچ گئے۔ چوکی پر موجود فوجی سپاہی آگے بڑھا۔

"زیرو ون زیرو ٹو"۔۔۔۔۔ ناٹران نے باوقار لہجے میں کہا۔

"او کے سر"۔۔۔۔۔ سپاہی نے جواب دیا اور سڑک کے درمیان موجود ہرڈل اٹھانے کا اشارہ کیا۔ ہرڈل ہٹتے ہی ناٹران کار آگے بڑھاتا چلا گیا۔ پھر ایئرپورٹ پر پہنچتے پہنچتے انہیں چار چوکیوں کو کراس کرنا پڑا۔ آخری چوکی سے ایک فوجی جیپ ان کے آگے آگے چل پڑی اور چند

لمحوں بعد وہ سپیشل ایئرپورٹ پر پہنچ گئے۔ ایک فوجی نے آگے بڑھ کر کار کی ڈگی میں موجود پیکٹ اٹھایا اور پھر فوجی افسروں کی رہنمائی میں چلتے ہوئے وہ اس چھوٹے سے جہاز کے قریب پہنچ گئے جو رن وے کے پہلے سرے پر موجود تھا۔

"کیا سب کچھ او کے ہے"۔۔۔۔ ناٹران نے ایک فوجی افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر"۔۔۔۔ فوجی افسر نے مودبانہ لہجے میں کہا اور ناٹران سر ہلاتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا ہوا جہاز میں داخل ہو گیا۔ عمران اور فیصل نے اس کی پیروی کی۔ آخر میں پیکٹ اٹھائے فوجی افسر اندر داخل ہوا۔ اس نے پیکٹ جہاز میں چھوڑا اور تیزی سے سیلوٹ کر کے واپس مڑ گیا۔ عمران نے جہاز کا دروازہ بند کر دیا اور سیڑھی ہٹا لی گئی۔ عمران نے آگے بڑھ کر پائلٹ سیٹ سنبھال لی اور ہیڈ فون سر پر چڑھا کر کنٹرول ٹاور سے ہدایات لینے میں مصروف ہو گیا۔ چونکہ پرواز ٹاپ سیکرٹ تھی اس لئے آپریٹر نے ان سے ان کی منزل کے متعلق نہ پوچھا بلکہ ہوا کا رخ، موسمی حالات اور رن وے کاشن کی تفصیلات بتاتا رہا۔
عمران نے ان ہدایات کے مطابق جہاز کو آگے بڑھایا اور چند لمحوں بعد جہاز تیز رفتاری سے رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ ناٹران نے ایک نقشہ نکال کر عمران کے سامنے پھیلا دیا۔ نقشے پر ریاست جونا گڑھ کے دارالحکومت جھرنی کی طرف جانے والے فضائی راستے پر نشان لگا ہوا تھا۔ عمران نے نقشے کے مطابق جہاز کا رخ موڑا اور پھر

جہاز کی رفتار ممکنہ حد تک تیز کرتا چلا گیا۔
"ہم ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد جھرنی پہنچ جائیں گے"۔ ناٹران نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔
"پیکٹ میں سے پیراشوٹ نکال کر باندھ لو۔ ہمیں راستے میں ہی اترنا ہو گا"۔۔۔۔ عمران نے کہا تو ناٹران اٹھ کر پیکٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پیکٹ کھول کر اس میں سے تین پیراشوٹ نکالے اور پھر فیصل اور اس نے پھرتی سے پیراشوٹ باندھ لئے۔ پیراشوٹ باندھ کر وہ عمران کی طرف بڑھا۔ عمران نے جہاز کا کنٹرول ناٹران کے حوالے کیا اور خود بھی اٹھ کر پیراشوٹ باندھنے لگا۔ پھر اس نے پیکٹ میں موجود چند چپٹے باکس نکال کر اپنی جیبوں میں ڈالے اور دوبارہ پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔
"ناٹران۔ مہاراجہ سے بات کراؤ ہم جھرنی سے سو میل دور شمالی جنگل کے قریب اتریں گے۔ اگر مہاراجہ وہاں ریاستی جیپ کا بندوبست کر سکے تو ہم آسانی سے محل میں پہنچ جائیں گے"۔۔۔۔ عمران نے ناٹران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔
"بہتر۔ مہاراجہ ضرور ایسا کرے گا۔ میں نے مہاراجہ کو آپ کے آنے کی اطلاع دے دی تھی وہ ہمارا منتظر ہو گا"۔۔۔۔ ناٹران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اچھا قابو کیا ہے مہاراجہ کو تم نے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر میرے سیکشن کی وجہ سے ہی وہ برسر اقتدار آیا ہے اور اسے معلوم ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کا اقتدار ایک لمحے میں ختم ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی موقعوں کے لئے ہمارا سیکشن کافرستان کی تمام ریاستوں میں سیاسی قوت بڑھاتا رہتا ہے"۔۔۔۔ ناٹران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اچھی کارکردگی ہے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ناٹران نے ٹرانسمیٹر آن کر کے مخصوص فریکونسی سیٹ کی اور مخصوص کوڈ میں باتیں شروع کر دیں۔ چند لمحوں بعد اس نے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہوئے کہا۔

"سر انتظام ہو جائے گا۔ ریاستی جیپ وہاں ہماری منتظر ہو گی"۔ ناٹران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔۔ عمران نے اطمینان سے سر ہلایا مگر دوسرے لمحے وہ بری طرح چونک پڑا کیونکہ بورڈ پر موجود ایمرجنسی ٹرانسمیٹر کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا تھا۔

"اوہ۔ کسی کنٹرول ٹاور سے ہم سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے"۔ ناٹران نے چونک کر کہا اور پھر اس نے ایمرجنسی ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ ٹاپ سیکرٹ فلائٹ۔ سپیشل کنٹرول ٹاور کالنگ یو۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز ابھری۔

"یس ٹاپ سیکرٹ فلائٹ اٹنڈنگ۔ اوور"۔۔۔۔ ناٹران نے بڑے باوقار لہجے میں جواب دیا۔

"سپیشل کوڈ دوہراؤ۔ جلدی ورنہ طیارہ ہٹ کر دیا جائے گا۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز پہلے سے زیادہ کرخت ہو گئی۔

"یو شٹ اپ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ٹاپ سیکرٹ فلائٹ ہے۔ اس معاملے میں پوچھ گچھ جرم ہے۔ اوور"۔۔۔۔ ناٹران نے لہجے میں غصہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"صرف ایک منٹ اور دوں گا۔ سپیشل کوڈ دوہراؤ۔ اوور"۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے اس کی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"زیرو ون زیرو ٹو۔ دس از کوڈ۔ اوور"۔۔۔۔ ناٹران نے بھی چیختے ہوئے کہا۔

"یو باسٹرڈ۔ تم نے طیارہ ہائی جیک کیا ہے اس کی تمہیں عبرتناک سزا بھگتنی پڑے گی۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والا اتنے زور سے چیخا کہ اس کے گلے میں پھندہ سا پڑ گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔

"ہمیں چیک کر لیا گیا ہے مگر طیارہ نہیں گرایا جائے گا۔ اتنے قیمتی اور خصوصی طیارے کو وہ فوری طور پر ہٹ نہیں کر سکتے۔ بہرحال ہر صورت حال کے لئے تیار ہو جاؤ"۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر کے خاموش ہوتے ہی عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا اچانک انہیں اپنے اوپر جیٹ لڑاکا طیارے کا شور سنائی دیا اور ایک بار

پھر ٹرانسمیٹر جاگ پڑا۔

"ہیلو ہیلو۔ ہائی جیکر طیارہ واپس موڑ لو ورنہ ہم طیارہ تباہ کر دیں گے۔ ہم تمہیں ایک منٹ دیتے ہیں"۔۔۔۔ جیٹ طیارے کے ایک پائلٹ نے سخت لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا اور اس کے ساتھ ہی جیٹ جہاز نے غوطہ مارا اور پھر وہ ان کے طیارے کے بالکل نزدیک سے گزرتا چلا گیا۔ وہ شاید اسی طرح عملی طور پر انہیں دھمکی دے رہا تھا۔

"اب کیا کیا جائے عمران صاحب۔ جھرنی تو ابھی بہت دور ہے یہ لڑاکا طیارہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا"۔۔۔۔ ناٹران نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں نے ہر قیمت پر جلد از جلد جھرنی پہنچنا ہے اور اگر ہم یہاں کودے تو ہمیں آسانی سے ٹریس کر لیا جائے گا اس لئے مجبوری ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے جیٹ طیارہ آگے جا کر پلٹا اور اس بار وہ ان کے جہاز کی سیدھ میں گولی کی سی رفتار سے آ رہا تھا۔ انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ایک لمحے میں ہولناک ٹکراؤ ہو جائے گا۔ چنانچہ عمران نے جہاز کو غوطہ دیا اور جیٹ طیارہ ان کے اوپر سے ہوتا ہوا گزر گیا۔

"طیارے کو واپس موڑو۔ ہائی جیکر فوری ورنہ"۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے جیٹ طیارہ کے پائلٹ کی کرخت آواز گونجی۔

"اسے تباہ کرنا پڑے گا اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں"۔

عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"مگر سر ہمارا مسافر جہاز ہے جبکہ مقابلے میں لڑاکا جیٹ طیارہ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔۔۔۔ ناٹران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں اسے تباہ کرنا ہی پڑے گا"۔۔۔۔ فیصل جان جو اب تک بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا بول پڑا۔

"مگر کیسے"۔۔۔۔ ناٹران نے پلٹ کے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ایسے"۔۔۔۔ فیصل جان نے بڑے اطمینان سے کہا اور وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہو ۔ عمران بھی پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ فیصل جان نے بڑے اطمینان سے اپنے کوٹ کے اندر سے مشین گن نکالی اور پھر اسے بغل سے لٹکا کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ اسی لمحے جیٹ طیارہ نے ان پر دوبارہ غوطہ مارا۔ اس بار اس کی مشین گنوں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ عمران نے بڑی پھرتی سے طیارہ کو یکدم غوطہ مار کر دائیں طرف کاٹ دیا اور مشین گنوں کی گولیاں جہاز کے قریب سے گزرتی چلی گئیں۔ جیٹ لڑاکا طیارہ جو فضا میں ایک مہیب سائے کی صورت میں نظر آ رہا تھا گولی کی سی تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو"۔۔۔۔ ناٹران نے جھٹکے سے سنبھلتے ہی فیصل جان سے پوچھا جو دروازہ کھول چکا تھا۔

"آپ دیکھتے جائیں"۔۔۔۔ فیصل نے لاپرواہی سے جواب دیا اور

اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کا اوپر والا کنارہ پکڑا اور دوسرے لمحے اس کا جسم فضا میں غائب ہو گیا۔

"یہ نیچے کود گیا ہے جناب۔ شاید موت کے خوف نے اسے پاگل کر دیا ہے"——— ناٹران نے چیخ کر عمران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہ نیچے نہیں کودا بلکہ جہاز کے اوپر گیا ہے۔ میں اس کا منصوبہ سمجھ گیا ہوں وہ جہاز کی کنٹرول لائن میں دبک کر جیٹ طیارے پر مشین گن سے فائرنگ کرنا چاہتا ہے۔ انتہائی خطرناک مگر شاندار منصوبہ ہے"——— عمران نے جواب دیا اور ناٹران حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھتا رہ گیا کیونکہ اتنی بات وہ بھی سمجھتا تھا کہ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ جہاز کی رفتار اور بلندی کی بنا پر صرف ایک تار کے سہارے اپنے آپ کو سنبھال کر جیٹ پر فائرنگ کرنا ناممکن ہے۔ جیٹ طیارہ ایک بار پھر پلٹ کر ان کے طیارے کی طرف آ رہا تھا اور اس بار عمران جہاز کو غوطہ نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اس طرح جہاز کی چھت پر موجود فیصل جان کی موت یقینی تھی اور اگر وہ غوطہ نہ مارتا تو جیٹ طیارے کی مشین گنوں سے نکلنے والی گولیوں کا نشانہ بن جاتا۔ اس کے لئے بڑا صبر آزما مرحلہ آ گیا تھا مگر عمران نے رسک لینے کا فیصلہ کیا اور پھر دانت ہونٹوں پر جمائے وہ جیٹ طیارے کو بجلی کی سی تیزی سے اپنی طرف بڑھتا دیکھتا رہا۔ دوسری طرف فیصل جان نے دروازے کا کنارہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر فضا میں قلابازی کھائی اور اس کا جسم ہوا میں اڑتا ہوا جہاز کی چھت پر جا گرا۔ جہاز کا کنارہ ابھی تک اس کے ہاتھوں

میں تھا مگر اب اس کا زاویہ بگڑ گیا تھا اس لئے اس نے انگلیوں کی پوروں سے کنارے کو دبایا ہوا تھا۔ جہاز پر سینے کے بل گرتے ہی اس نے تیزی سے پیروں کو حرکت دی اور پھر اس کے پیر کنٹرول تار کے ساتھ الجھ گئے اور اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیئے اور اپنے جسم کو تیزی سے جہاز کے سامنے کے رخ لہرایا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ جہاز کے دونوں پروں کے درمیان دائیں بائیں تنی ہوئی تار تک پہنچ گئے۔ جہاز کی رفتار خاصی تیز تھی اس لئے ہوا کا تیز دباؤ اس کے جسم پر پڑ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی تنکے کی طرح فضا میں اڑ جائے گا مگر اس نے بڑی مضبوطی سے درمیانی تار کو پکڑا اور پھر سانپ کی طرح اپنے جسم کو سمیٹ لیا۔ اس نے دونوں ٹانگیں تار کے ارد گرد لپیٹیں اور پھر وہ جہاز کے اگلے حصے پر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ ہوا کے دباؤ کی وجہ سے اس کے چہرے کا گوشت پھٹا جا رہا تھا۔ آنکھوں میں سے پانی بہنے لگا تھا اور اسے آنکھیں کھولنے کے لئے بڑی جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی مگر اس نے بغل میں سے مشین گن اتار کر اس کا بٹ کندھے سے لگایا اور ایک آنکھ کو بند کر کے دوسری آنکھ کا کونا ذرا سا کھولا اور اب وہ سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا جدھر سے جیٹ لڑاکا طیارے کا مہیب ہیولا انتہائی تیزی سے ان کے جہاز کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اسے لڑاکا طیاروں کے متعلق اچھی طرح معلوم تھا کہ کہاں گولی کارگر ہوتی ہے۔ چنانچہ جیسے ہی جہاز مشین گن کی رینج میں آیا اس نے ٹریگر دبا دیا۔ مشین گن کی نال سے

گولیوں کی بوچھاڑ سی نکلی اور دوسرے لمحے فیصل جان کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ گولیاں ٹھیک نشانے پر لگی تھیں اور جیٹ طیارے نے ایک زبردست جھٹکا کھایا اور اس کا رخ مڑتا چلا گیا۔ فیصل جان کا جہاز جس انداز میں جا رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اگر ایک لمحہ اور جیٹ طیارے کا رخ نہ مڑتا تو تصادم یقینی تھا کیونکہ عمران نے جہاز کو غوطہ نہیں دیا تھا اور شاید جیٹ طیارے کا پائلٹ بھی اسی لمحے جہاز کو اوپر اٹھاتا تاکہ عمران کے جہاز کے اوپر سے گولیاں برساتا چلا جائے مگر اسے شاید یہ نہیں معلوم تھا کہ فیصل جان جیسے بے جگر بھی اس دنیا میں موجود ہیں جو ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتے ہیں اور واقعی کون اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ تیز رفتاری سے چلنے والے جہاز کی چھت پر لیٹ کر کسی جیٹ جہاز کو ایک عام سی مشین گن سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے لیکن فیصل جان یہ کارنامہ سرانجام دے چکا تھا۔ فیصل کے دیکھتے دیکھتے جیٹ طیارے کا رخ مڑا اور وہ تقریباً پانچ سو گز تک اسی رفتار میں اڑتا چلا گیا پھر ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور جہاز آگ کے شعلوں میں لپٹا ہوا زمین پر گرنے لگا۔ فیصل جان نے ایک طویل سانس لی اور پھر مشین گن دوبارہ بغل میں لٹکائی اور تار کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس نے اپنے جسم کو سیدھا کیا اور پھر اس کے پیر جہاز کے درمیان سے گزرنے والی تار سے لپٹ گئے۔ دوسرے لمحے اس نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور پھر اس کا جسم لہراتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی اس کے ہاتھوں نے کنارے کو چھوا اس نے اپنے جسم کو ایک

جھٹکے سے ہوا میں اٹھایا اور پھر اس کے جسم نے کسی بازی گر کی طرح قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے وہ جہاز کے کھلے دروازے سے گزر کر اندر سیٹ پر جا گرا۔

"تم نے حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے فیصل۔ ایک ناممکن کارنامہ" ——— ناٹران نے شدید حیرت اور تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"گڈ شو۔ فیصل جان گڈ شو۔ تم میں میرے خلیفہ بننے کے کچھ جراثیم موجود ہیں" ——— عمران نے مڑ کر کہا اور فیصل جان مسکرا کر سیٹ پر سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک لاپرواہی تھی جیسے اس نے کوئی کارنامہ ہی انجام نہ دیا ہو۔ ناٹران نے آگے بڑھ کر جہاز کا دروازہ بند کر دیا اور عمران نے جہاز کی سمت درست کی اور جہاز ایک بار پھر مخصوص راستے پر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں موجود میز کے گرد چار افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان چاروں کے چہروں پر وحشت کے تاثرات نمایاں تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پاگل سے ہو گئے ہوں۔

"میں کہتا ہوں یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ کیوں ہوا۔ کس طرح ہوا" ـــــ اچانک ایک نے وحشت کے عالم میں زور سے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کے منہ سے کف سا نکلنے لگ گیا تھا۔

"ہم لمحہ بہ لمحہ شکست سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ہمیں خودکشی کر لینی چاہئے۔ وہ لوگ غیر ملک میں ہونے کے باوجود مسلسل آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور ہم بے پناہ وسائل رکھنے کے باوجود کچھ نہیں کر پا رہے۔ آخر کیا ہو گا" ـــــ دوسرے نے بے اختیار اپنے بال نوچتے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں ابل آئی تھیں۔

"میں کہتا ہوں اب بھی وقت ہے ہمیں ان پر جھپٹ پڑنا چاہئے ورنہ۔ ورنہ" ـــــ تیسرے نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔

"ہمیں پاگلوں جیسی حرکات کرنے کی بجائے ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے کہ مکمل تباہی سے بچنے کی خاطر اب ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ چوتھے نے قدرے ٹھنڈے لہجے میں کہا مگر اس کی آنکھوں میں بھی وحشت کے تاثرات نمایاں تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پایا ہو۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ مکمل تباہی سے بچنے کے لئے ہمیں کچھ کرنا چاہئے" ـــــ پہلے نے اس بار قدرے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔ وہ بھی جذباتی ابال پر قابو پا چکا تھا۔

"اس وقت صورت حال یہ ہے کہ عمران اور سیکرٹ سروس کی ٹیم دونوں ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ ٹیم جنگل میں غائب ہو گئی۔ نجانے کہاں گئی اور عمران۔ نجانے وہ کہاں ہے۔ جس طیارے میں اس کی موجودگی کا امکان تھا وہ فضا میں تباہ ہو گیا۔ ہم نے تمام علاقہ چھان مارا مگر اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ آخر یہ سب لوگ کہاں گئے۔ سوچنا یہ ہے کہ اب ان کا آئندہ اقدام کیا ہو گا" ـــــ چوتھے آدمی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"میں بتاتا ہوں ان کا آئندہ پروگرام کیا ہو گا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے انہیں رامانند پہاڑی پر موجود لیبارٹری کا علم ہو چکا ہے

اور پروفیسر مارٹن کی ایجاد ایس ایس ڈبلیو سے بھی وہ واقف ہو چکے ہیں بلکہ یہاں تک کہ جوشان آپریشن کا بھی انہیں علم ہو چکا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس جنگل میں سیکرٹ سروس کی ٹیم غائب ہوئی ہے وہاں مہاراجہ جونا گڑھ کا شکار کیمپ موجود تھا جو ٹیم کے غائب ہوتے ہی سمیٹ لیا گیا اور وہ لوگ چلے گئے۔ جونا گڑھ کا دارالحکومت جھرنی ہے جو رامانند پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ دوسری طرف عمران نے جو طیارہ ہائی جیک کیا وہ بھی جھرنی سے سو میل دور تباہ ہو گیا۔ طیارے کے ملبے سے کوئی لاش نہیں ملی۔ ان تمام باتوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے یہی کہ یہ سب لوگ جھرنی میں اکٹھے ہوئے ہیں جہاں سے یقیناً ان کا آئندہ ٹارگٹ رامانند پہاڑی کی لیبارٹری ہو گا"۔ دوسرے نے واقعات کا تفصیلی تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

"مگر میں نے شکاری کیمپ کو پوری طرح چیک کیا تھا پھر مہاراجہ نے بذات خود انہیں شناخت کیا تھا"۔۔۔۔ تیسرے نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"سب کچھ ٹھیک ہے مسٹر زیرو ون مگر یہ سوچو کہ ہمارا مقابلہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے ہے۔ ایسی صورت میں جو کچھ ہو جائے کم ہے"۔۔۔۔ پہلے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب وہ سب نارمل ہو چکے تھے۔

"ہاں مسٹر شاگل آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ واقعی ان لوگوں نے ہمیں نچا دیا ہے"۔۔۔۔ زیرو ون نے جواب دیا۔

"مسٹر جوگندر آپ کا تجزیہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں اب پوری توجہ اس لیبارٹری پر مرکوز کر دینی چاہئے"۔۔۔۔ شاگل نے دوسرے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس سلسلے میں میری تجویز ہے کہ ہم لیبارٹری کو الرٹ کر دیں کہ جب تک جوشان آپریشن مکمل نہ ہو جائے وہاں کی شفٹ تبدیل نہ ہو تاکہ شفٹ میں شامل ہو کر وہاں کوئی نہ پہنچ سکے اور اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنی پوری قوت جھرنی اور اردگرد کے علاقوں میں لگا دینی چاہئے۔ ہر مشکوک آدمی کو چیک کیا جائے اس طرح مجھے یقین ہے کہ ہم عمران اور اس کے ساتھیوں کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے"۔ چوتھے نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ اب اس سلسلے میں تمام تفصیلات طے کر لینی چاہئیں۔ ہمیں ایسا لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے کہ سیکرٹ سروس، انٹیلی جنس، ملٹری سیکرٹ سروس اور پولیس تمام مل کر کام کریں۔ اسی صورت میں ہم کامیاب ہو سکتے ہیں"۔۔۔۔ شاگل نے کہا اور سب نے تائید میں سر ہلا دیئے اور پھر وہ سب تفصیلات طے کرنے میں مصروف ہو گئے کیونکہ وہ چاروں ہی ان محکموں کے سربراہ تھے اور لیبارٹری کی حفاظت اور تجربے کی کامیابی وزیراعظم نے چاروں محکموں پر مشترکہ طور پر ڈال دی تھی۔

پروفیسر مارٹن آج بیحد خوش تھا۔ پاکیشیا کے سرحدی شہر جوشان پر ایس ایس ڈبلیو کے تجربے کا وقت نزدیک آتا جا رہا تھا اور اس نے تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ اس کی پرائیوٹ سیکرٹری مس روما نے پرائیوٹ چیکنگ کر کے پروفیسر مارٹن کو اس بات کی رپورٹ کر دی تھی کہ لیبارٹری میں موجود تمام ماہرین صرف ماہرین ہیں اور محب وطن ہیں ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ پروفیسر مارٹن کو اطمینان ہو گیا تھا۔

"ہیلو ہیلو۔ سائنس ریسرچ کونسل۔ پروفیسر مارٹن کالنگ۔ اوور"۔۔۔۔ پروفیسر مارٹن نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

"یس۔ بھوشان سپیکنگ۔ پروفیسر مارٹن کیا رپورٹ ہے۔ اوور"۔ دوسری طرف سے سائنس ریسرچ کونسل کے انچارج کی آواز سنائی دی۔

"سر تمام تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ ہم جوشان آپریشن کے لئے تیار ہیں آپ اس بات کی اطلاع اعلیٰ حکام تک پہنچا دیں۔ اوور"۔ پروفیسر مارٹن نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس بات کی اطلاع پہنچا دوں گا۔ آپریشن کے لئے ہو سکتا ہے ہم آپ کو بہت قلیل نوٹس دیں اس لئے آپ ہر وقت تیار رہیں۔ اوور"۔۔۔۔ بھوشان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ اوور"۔۔۔۔ پروفیسر مارٹن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور پروفیسر مارٹن نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اب وہ اس نقشے کو بغور دیکھ رہا تھا جس میں جوشان شہر کو نمایاں کیا گیا تھا۔ نقشے کے مطابق جوشان شہر کی آبادی دو لاکھ کے لگ بھگ تھی اور یہاں پاکیشیا کی اہم فوجی چھاؤنی موجود تھی اور پروفیسر مارٹن سوچ رہا تھا کہ وہ کس قدر عظیم قوت کا مالک ہے کہ اس کی انگلی صرف ایک بٹن دبائے گی اور دو لاکھ افراد اطمینان سے زندگی کی سرحدوں سے نکل کر موت کی وادی میں پہنچ جائیں گے۔ اسے یہ سوچ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ان دو لاکھ افراد کی زندگیوں کا اکیلا مالک ہو۔ یہ دو لاکھ جیتے جاگتے افراد اس کے رحم و کرم پر ہوں اور اس عظمت کے احساس سے اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔

صفدر اور اس کے ساتھی مہاراجہ کے شکاریوں کے بھیس میں بڑے اطمینان سے جھرنی میں مہاراجہ کے محل میں پہنچ گئے تھے۔ انہیں یہاں آئے ہوئے دوسرا دن تھا اور اس وقت وہ سب ایک بڑے سے کمرے میں بیٹھے اس مشن کے متعلق ہی بات کر رہے تھے۔ انہیں ایکسٹو نے یہی بتایا تھا کہ وہاں پہنچ کر عمران ان سے رابطہ کرے گا مگر یہاں اب تک عمران نے سرے سے ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا اور چونکہ انہیں مشن کی تفصیلات کا علم نہیں تھا اس لئے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ اس بار عمران شاگل کی نظروں سے نہ بچ سکا ہو گا اور شاگل نے یقیناً اسے دیکھتے ہی گولی مار دی ہو گی"۔۔۔ تنویر نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں سب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم عمران کے متعلق ایسے ہی خواب دیکھتے مر جاؤ گے۔ کون سا

مشن ہے جس میں تم نے عمران کی موت کی پیشین گوئی نہ کی ہو"۔ جولیا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو عمران کی موت سے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ تم پر بیوگی کا داغ جو لگ جائے گا"۔۔۔ تنویر نے اس بار جولیا پر براہ راست حملہ کرتے ہوئے کہا۔

"یو شٹ اپ نانسنس۔ نجانے کس پاگل نے تمہیں سیکرٹ سروس میں شامل کر دیا ہے"۔۔۔ جولیا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"مس جولیا۔ آپ خاموش رہیں اور تنویر تمہیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ کم سے کم غیر ملک میں ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ہمارے درمیان ذہنی اعتماد نہ رہا تو ہم کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے"۔۔۔ صفدر نے انتہائی سنجیدگی سے جولیا اور تنویر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔ کیا پرانی باتیں کر رہے ہو۔ کامیاب ہونے کے لئے آج کل تو سفارش، رشوت اور وہ کیا کہتے ہیں بوٹی، ہاں بوٹی کام آتی ہے"۔۔۔ اچانک عمران نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے پیچھے ناٹران اور فیصل بھی تھے۔

"ارے عمران صاحب آپ آ گئے۔ ہمیں آپ کی ہی فکر کھائے جا رہی تھی"۔۔۔ صفدر نے بات ٹال کر چہکتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا کھا گئی ہے یہ نامراد فکر۔ دیکھوں تو"۔۔۔ عمران نے جھک کر باقاعدہ صفدر کے جسم کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور سب ممبران

کے چہروں پر مسکراہٹ رینگ گئی البتہ تنویر نے برا سا منہ بنا لیا جیسے
اس نے غلطی سے کونین کی گولی چبالی ہو۔

"عمران صاحب اپنے ساتھیوں کا تعارف تو کروا دیجئے"۔ اچانک
کیپٹن شکیل نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں تعارف تو میں بھول ہی گیا۔ یہ مسٹر جگت نرائن
ہیں"۔۔۔۔ عمران نے بوکھلا کر ناٹران کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"جگت نرائن نہیں عمران صاحب۔ ناٹران"۔۔۔۔ ناٹران نے
مسکراتے ہوئے تصحیح کی۔

"بھئی مشکل نام ہے۔ صرف پہلے دو حروف ہی بطور نام رکھ لیتے تو
بڑی آسانی ہوتی"۔۔۔۔ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور
سب کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

"اگر ایسا ہوتا عمران صاحب تو آپ یقیناً میرے سامنے سر جھکائے
بیٹھے ہوتے"۔۔۔۔ ناٹران نے کشادہ دلی سے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی یہ تو ہوتا آیا ہے۔ نائیوں کے سامنے تو بڑے بڑے جابر
بادشاہوں کو سر جھکانے پڑتے ہیں مجھ حقیر فقیر اور ہیچ مدان کی بھلا کیا
وقعت"۔۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اچھا عمران صاحب ہم ان کا نام سمجھ گئے۔ مگر ان کا حدود
اربعہ"۔۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"حدود اربعہ کیا بتاؤں۔ ان کے شمال میں اس کمرے کی دیوار ہے۔
جنوب میں میں خود کھڑا ہوں اور مشرق میں۔ مشرق میں کیا ہے نائی

کان بھائی"۔۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت سے ناٹران سے مخاطب
ہو کر کہا۔

"بس رہنے دیجئے۔ دوسرے صاحب کا حدود اربعہ"۔ کیپٹن شکیل
نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران ان کی اصل حیثیت کو چھپا
رہا ہے۔

"ان کا نام خلیفہ فیصل جان ہے"۔۔۔۔ عمران نے ادب سے سر
جھکاتے ہوئے کہا۔

"خلیفہ"۔۔۔۔ سب بے اختیار چونک پڑے۔

"جی ہاں۔ یہ پیر علی عمران کا خلیفہ ہے۔ اپنے پیر کے مزار پر قوالی
کروانے کا وعدہ کیا ہے اس نے"۔۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت
سے جواب دیا اور ایک بار پھر کمرے میں قہقہے گونج اٹھے۔

"اور حضرات یہ سب لوگ ایک ایسی ٹیم کے ممبر ہیں جو کھیلتی کم
ہے بھاگتی زیادہ ہے اور ٹیم کا کپتان ایک چوہا ہے۔ جی ہاں چوہا جو اپنے
بل میں چھپا انہیں بھگاتا رہتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے ٹیم کا تعارف
ناٹران اور فیصل جان سے کراتے ہوئے کہا۔

"یو شٹ اپ۔ تمہیں ہمارے باس کی توہین کرنے کا کوئی حق
نہیں"۔۔۔۔ اچانک جولیا پھٹ پڑی۔

"اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے مجھے کیا معلوم کہ تمام حقوق تم نے اپنے نام
ریزرو کرا رکھے ہیں۔ تو صاحبان جس کے نام تمام حقوق ریزرو ہیں ان
کا نام جولیانا فٹزواٹر ہے۔ اس کے ساتھ کیپٹن شکیل ہیں اور اس کے

ساتھ صفدر پھر تنویر پھر چوہان پھر صدیقی اور سب سے آخر میں نعمانی جو مانتے ہی نہیں ہیں۔ لاکھ کہا کہ مان جاؤ فائدے میں رہو گے مگر صاحب نہیں مانتے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور سب مسکرا دیئے۔ بہرحال ناٹران اور فیصل جان نے باری باری سب سے مصافحہ کیا اور پھر وہ صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"عمران صاحب اب کام کی بات ہونی چاہئے بہت وقت ضائع ہو گیا ہے"۔۔۔۔ صفدر نے اچانک سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں۔ واقعی میری عمر اب بہت ضائع ہو چکی ہے۔ اگر جولیا راضی ہے تو واقعی کام کی بات ہو جانی چاہئے۔ مجھ سے اب سلیمان کی پکائی ہوئی جلی ہوئی روٹیاں نہیں کھائی جاتیں"۔۔۔۔ عمران نے بھی بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور جولیا سے اور تو کچھ نہ بن پڑا البتہ اس نے منہ پھیر لیا۔

"بس بھائی ہو گیا کام۔ دیکھو جولیا شرما رہی ہے اور اسے شرمانا بھی چاہئے آخر مغربی دلہن ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے پرجوش لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ۔ ہر وقت بکواس ہی کئے جاتے ہو۔ میں جا رہی ہوں"۔۔۔۔ جولیا نے انتہائی غصیلے انداز میں کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا۔ بیٹھ جاؤ۔ اس بکواس کے لئے کوئی اور وقت مقرر کر لیں گے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور جولیا دوبارہ بیٹھ گئی۔ عمران نے

ناٹران کو اشارہ کیا اور ناٹران اٹھ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔ دروازے کے باہر اس نے جھانک کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر واپس لوٹ کر اندر آ گیا۔

"آپ بے فکر ہو کر بات کریں اس کمرے کے قریب کوئی نہیں آئے گا"۔۔۔۔ ناٹران نے کہا۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک نقشہ نکالا اور اسے درمیانی میز پر پھیلا دیا۔ سب لوگ نقشے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"یہ راما نند پہاڑی ہے جس کی چوٹی پر وہ لیبارٹری موجود ہے جسے ہم نے تباہ کرنا ہے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ چوٹی کے متعلق تفصیلات بتانے میں مصروف ہو گیا۔

"مگر عمران صاحب اس چوٹی پر پہنچنا تو ناممکن ہے اور جب ہم وہاں پہنچ ہی نہیں سکیں گے تو اسے تباہ کیسے کریں گے"۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"پہنچنے کا کیا ہے۔ ہم وہاں تصور میں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ گاڑی سے پہنچ سکتے ہیں۔ کار پر جا سکتے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"صفدر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پہلے ہمیں وہاں پہنچنے کے متعلق سوچنا چاہئے"۔۔۔۔ ناٹران نے صفدر کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تم سوچتے رہو۔ میرے متعلق تو بس سمجھ لو میں پہنچ گیا"۔ عمران نے صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے بڑے

مطمئن لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ عمران صاحب وہاں پہنچنے کے متعلق پہلے سے ہی کوئی پروگرام بنا چکے ہیں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں بھائی بس مجھ میں صرف یہی خامی ہے کہ میں سوچتا نہیں ہوں۔ بس پہنچ جاتا ہوں"۔۔۔ عمران نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ سمجھو پہنچ گئے پھر کیا کرنا ہے"۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پروفیسر مارٹن کی خدمت میں جا کر سلام کریں گے اور پھر اپنے سرحدی شہر جوشان میں موجود دو لاکھ افراد کو مرتے دیکھیں گے اور آخر میں پروفیسر کے عظیم کارنامے پر مبارک باد دے کر واپس آ جائیں گے"۔۔۔ عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا اور صفدر کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھر آئے اسے اپنے احمقانہ سوال کا احساس ہو گیا تھا۔ جب چند لمحے تک خاموشی رہی اور پھر عمران نے ہی سکوت توڑا اس کا لہجہ بیحد گھمبیر تھا۔

"آج آدھی رات کو سب تیار رہیں سب کو سفید رنگ کے خصوصی لباس مہیا کر دیئے جائیں گے اور ضروری اسلحہ بھی۔ ہم ان درندوں کو زیادہ موقع نہیں دے سکتے۔ ہمیں ہر قیمت پر آج رات کو یہ لیبارٹری تباہ کرنی ہے۔ یہ میرا فیصلہ ہے چاہے ہم میں سے کوئی بھی واپس نہ لوٹے"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس

سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ عمران کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ سب بت بنے بیٹھے رہ گئے۔

ہال میں گہرا سکوت طاری تھا۔ ہال میں موجود تمام افراد کے چہروں پر عجیب سی بے بسی چھائی ہوئی تھی۔

"آخر کیا ہو گا۔ ہم کس طرح اس چیلنج کا مقابلہ کریں"۔ درمیان میں بیٹھے ہوئے پاکیشیا کے صدر نے سر پکڑ کر گہری مایوسی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"سر ہو سکتا ہے کہ کافرستان نے یہ چیلنج ہمیں خوفزدہ کرنے کے لئے دیا ہو"۔۔۔۔ سرسلطان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں سرسلطان۔ میں دو لاکھ افراد کو لاپرواہی کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا۔ ہمیں کچھ کرنا ہو گا"۔۔۔۔ صدر مملکت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر اگر ہمیں تھوڑا سا وقفہ مل جاتا تو ہم جوشان شہر خالی کرا لیتے مگر ان چند گھنٹوں میں تو کچھ نہیں ہو سکتا"۔۔۔۔ ایک افسر نے

مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"مگر کیا ہم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور کافرستانی درندوں کو اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ ہمارے عوام کا آزادی کے ساتھ قتل عام کرتے ہیں۔ شکر گڑھ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اب اگر جوشان کے ساتھ بھی یہی ہوا تو"۔۔۔۔ صدر مملکت نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"سر آپ نے شکر گڑھ کیس ایکسٹو کے سپرد کیا تھا مگر ابھی تک اس سلسلے میں کوئی بات سامنے نہیں آئی"۔۔۔۔ ایک ممبر نے کھڑے ہو کر کہا۔

"مسٹر ایکسٹو۔ آپ کیوں خاموش ہیں۔ آپ نے اب تک کیا کیا ہے"۔۔۔۔ صدر مملکت نے اس بار ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔ ان کے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔

"جناب صدر میری ٹیم کافرستان میں کام کر رہی ہے۔ آپ کا پیغام ملتے ہی کہ کافرستانی حکام نے پیغام بھجوایا ہے کہ اگر صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے ہم نے ان کے ساتھ اپنی غلامی کے معاہدے پر دستخط کرنے پر آمادگی کا اظہار نہ کیا تو نمونے کے طور پر جوشان شہر کا وہی حشر کیا جائے گا جو شکر گڑھ کا ہوا ہے اور اس کے بعد نمبر دارالحکومت کا ہو گا۔ میں نے ٹیم سے رابطہ قائم کیا تو اس سلسلے میں جو تفصیلات انہوں نے مہیا کی ہیں ان سے پتہ چلا ہے کہ کافرستان والوں نے رامانند پہاڑی کی چوٹی پر خفیہ لیباٹری قائم کی ہے جہاں انہوں نے ایس

ایس ڈبلیو نامی مشین فٹ کی ہے اور اس لیبارٹری سے وہ پاکیشیا کے
چپے چپے کو اس مشین کا ٹارگٹ بنا سکتے ہیں۔ میری ٹیم اس پہاڑی تک
پہنچنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ مگر"۔۔۔۔۔ بلیک زیرو جو ایکسٹو کے
روپ میں بیٹھا تھا بولتے بولتے رک گیا۔

"مگر کیا"۔۔۔۔۔ صدر مملکت نے چونکتے ہوئے کہا۔

"سر اس لیبارٹری کی پوزیشن اور اس کی حفاظت کی جو تفصیلات
سامنے آئی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لیبارٹری ناقابل تسخیر
ہے"۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس معاہدے پر دستخط کر دینے چاہئیں
جس کے بعد پاکیشیا کافرستان کی غلامی میں چلا جائے گا"۔۔۔۔۔ صدر
مملکت نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب اس بات کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میری ٹیم
کے انچارج نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ صبح ہونے سے پہلے ہر قیمت پر
لیبارٹری تباہ کر دے گا مگر مجھے اتنی مختصر مدت میں ایسا ہونا ناممکن نظر
آتا ہے"۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔ ہم جوشان شہر کو کیسے بچائیں۔ اس کی
حفاظت کے لئے کیا اقدام کریں"۔۔۔۔۔ صدر مملکت نے دانت پیستے
ہوئے کہا مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ کسی کے پاس جواب تھا ہی
نہیں۔ اس وقت رات کے گیارہ بج چکے تھے اور صبح ہونے میں صرف

چھ گھنٹے باقی تھے۔ اتنی کم مدت میں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

"اگر آپ لوگوں کے پاس میری بات کا کوئی جواب نہیں تو پھر یہی
ہو سکتا ہے کہ میں اس معاہدے پر دستخط کرنے پر آمادگی کا اظہار کر
دوں۔ میں دو لاکھ افراد قربان نہیں کر سکتا"۔۔۔۔۔ صدر مملکت نے
کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"جناب صدر۔ آپ جذبات میں آ کر کوئی ایسا فیصلہ نہ کریں جس پر
ہماری آنے والی نسلوں کو بھی پچھتانا پڑے۔ آپ ایسا کریں کہ ہنگامی
طور پر ان چھ گھنٹوں میں جس قدر آبادی کا انخلا ہو سکتا ہے کرا لیں۔
باقی جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہم اپنے آخری آدمی کی قربانی دینا تو منظور
کر سکتے ہیں مگر کافرستان کی غلامی قبول نہیں کر سکتے۔ میں اپنی ٹیم کو
ایک بار پھر یہ پیغام دے دیتا ہوں کہ صبح ہونے سے پہلے لیبارٹری تباہ
کر دی جائے چاہے انہیں کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے"۔۔۔۔۔ ایکسٹو
نے بھی کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا"۔۔۔۔۔ صدر مملکت نے الجھے ہوئے لہجے
میں کہا اور پھر وہ ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے ہال سے باہر چلے گئے۔
صدر مملکت کے جانے کے بعد باقی ممبرز بھی منہ لٹکائے ہال سے باہر
نکلنے لگے۔ ایسی بے بسی کا تجربہ شاید انہیں پہلی بار ہو رہا تھا۔

لیبارٹری میں بڑی چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ خصوصی اور اعلیٰ حکام ایک خصوصی پرواز سے وہاں چند گھنٹے پہلے پہنچے تھے۔ صبح چھ بجے جوشان آپریشن کے لئے وقت مقرر کیا جا چکا تھا اور آدھی رات گزر چکی تھی۔ صبح ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی تھے۔ پروفیسر مارٹن بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ بار بار مشین چیک کرتا اور پھر اطمینان سے سر ہلا دیتا۔

"پروفیسر مارٹن آپ مشین کو اچھی طرح چیک کر لیں ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر کوئی خرابی پیدا ہو جائے"۔۔۔۔ ایک افسر نے پروفیسر مارٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب سب ٹھیک ہے"۔۔۔۔ پروفیسر مارٹن نے خوش دلی سے جواب دیا۔

"ویسے پروفیسر کی ایجاد حیرت انگیز ہے۔ پاکیشیا والے لاکھ سر پیٹ

لیں مگر وہ ٹارگٹ کو کسی طور پر نہیں بچا سکتے"۔۔۔۔ ایک اور افسر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ مجھے تو تصور میں بھی لطف آ رہا ہے کہ جب پاکیشیا کے حکام کو اس چیلنج کا علم ہو گا تو ان کا کیا حشر ہو رہا ہو گا۔ انہیں بہرحال ہماری بات ماننا پڑے گی اور اس طرح پاکیشیا کو غلام بنانے کا ہمارا برسوں کا خواب پورا ہو جائے گا"۔۔۔۔ دوسرے نے جواب دیا۔

"اور لطف یہ کہ ہمارے ایک آدمی کی نکسیر بھی نہیں پھوٹے گی اور جوشان شہر کے دو لاکھ افراد موت کی نیند سو جائیں گے"۔ پہلے نے کہا۔

"صرف جوشان ہی کیا میں چاہوں تو اس وقت پورے پاکیشیا کو موت کی نیند سلا دوں"۔۔۔۔ پروفیسر مارٹن نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ایک بات مجھے کھٹک رہی ہے۔ سیکرٹ سروس کے چیف شاگل نے وزیراعظم کو ایک خفیہ پیغام میں بتایا تھا کہ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے افراد اس پہاڑی کے آس پاس پہنچ گئے ہیں اور وہ اس لیبارٹری کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ اسی خدشے کی بنا پر وزیراعظم نے جوشان آپریشن کی فوری منظوری دے دی ہے تاکہ پاکیشیا سے اس کے زور پر معاہدے پر دستخط کرا لئے جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے افراد اس لیبارٹری تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں"۔ ایک افسر نے جو خاموش بیٹھا ہوا تھا گہرے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اس لیبارٹری کو تباہ کرنا ناممکن ہے۔ اول تو وہ یہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے پھر فضائیہ کے خصوصی طیارے آج تمام رات اس پہاڑی کے اوپر پرواز کرتے رہیں گے۔ پہاڑی سے نیچے سیکرٹ سروس' انٹیلی جنس' ملٹری انٹیلی جنس اور پولیس کی پوری قوت پھیلی ہوئی ہے اس لئے ایسا سوچنا بھی حماقت ہے"——— پہلے نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر"——— بات کرنے والے نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی بات کا یہ اثر ضرور ہوا کہ اب تک سب لوگ مطمئن تھے مگر اب ان کے چہروں پر سنجیدگی عود کر آئی تھی۔ پروفیسر مارٹن بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا اس کے انداز میں شدید بے چینی نمایاں تھی۔ شاید ایک ایک لمحہ اس پر بھاری گزر رہا تھا اور وہ جوشان شہر پر تجربہ کرنے کے لئے بے چین تھا مگر گھڑی کو تو ظاہر ہے اس کی بے چینی کی پرواہ نہیں ہو سکتی تھی۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا چلا گیا اور پھر صبح ہونے میں صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا۔ پروفیسر مارٹن نے آخری بار مشن کی چیکنگ کی۔ ٹارگٹ کو چیک کیا اور مطمئن ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ جوشان کی تباہی میں صرف تیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ دو لاکھ افراد کی زندگی کے صرف تیس منٹ اور پھر دو لاکھ افراد خاموش چیخوں کا نشانہ بن کر ہمیشہ کے لئے موت کی وادی میں گم ہو جائیں گے۔

رات کے بارہ بجے ہی تھے کہ مہاراجہ کے محل کا بڑا دروازہ بڑی خاموشی سے کھلتا چلا گیا اور پھر دو لینڈ روور جیپیں پھاٹک سے باہر آئیں۔ جیپوں پر ریاست جوناگڑھ کا شاہی نشان موجود تھا اور جیپوں میں ریاستی فوج کے اعلیٰ حکام بیٹھے ہوئے تھے۔ مہاراجہ کی پرسنل سیکرٹری بھی جیپ میں موجود تھی۔ جیپوں کی سیٹوں کے نیچے دو بڑے بڑے بکس موجود تھے اور ایک جیپ کے اوپر ایک بڑا سا پنجرہ بندھا ہوا تھا جس میں شکاری عقاب پھڑپھڑا رہے تھے۔ جیپیں پھاٹک سے نکلتے ہی تیزی سے اس سڑک پر مڑ گئیں جو ست پار پہاڑی کی طرف جاتی تھیں۔ جیسے ہی پہلی جیپ نے ایک موڑ کاٹا بریکیں چیخنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک طاقت ور سرچ لائٹ روشن ہو گئی۔ سرچ لائٹ کی روشنی میں دونوں جیپیں رک چکی تھیں۔ سامنے سڑک پر ایک رکاوٹ بنی ہوئی تھی اور کافرستانی فوج کے دس سپاہی ہاتھوں میں مشین

گنیں اٹھائے رکاوٹ کے قریب چوکنے کھڑے تھے جیسے ہی جیپیں رکیں سپاہیوں نے انہیں گھیر لیا۔

"کیا بات ہے"—— پہلی جیپ کے ڈرائیور نے انتہائی تلخ لہجے میں ایک افسر سے مخاطب ہو کر کہا جو تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔

آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں"—— افسر نے بھی قریب آ کر تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا آپ اندھے ہیں۔ آپ کو نظر نہیں آ رہا کہ ہم ست پار پہاڑی کی طرف جا رہے ہیں۔ مہاراجہ نے صبح وہاں شکار کھیلنا ہے اور ہم نے مہاراجہ کے شکار کا انتظام کرنا ہے"—— ڈرائیور نے جس کے جسم پر ریاستی فوج کی وردی تھی اور کاندھے اور بیج چمک رہے تھے پہلے سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں کہا۔

"آپ کے پاس مہاراجہ کا خصوصی اجازت نامہ ہے"—— اس بار کافرستانی افسر نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ ڈرائیور نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر افسر کی طرف بڑھا دیا۔ افسر نے اسے غور سے دیکھا اور پھر ڈرائیور کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ ابھی یہاں ٹھہریں ہم مہاراجہ سے اس بات کی تصدیق کر لیں"—— افسر نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اس کیبن کی طرف بڑھ گیا جو سڑک کے کنارے پر ہنگامی طور پر بنایا گیا تھا۔ اس دوران سپاہی جیپوں کے اندر گھس آئے تھے اور انہوں نے جیپ میں رکھے

ہوئے سامان کا اچھی طرح سے جائزہ لیا اور پھر خاموشی سے نیچے اتر گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہی افسر واپس آیا اور ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ آپ ست پار پہاڑی کے علاوہ اور کہیں نہیں جائیں گے۔ یہ ضروری ہے ورنہ مہاراجہ بھی آپ کو موت سے نہیں بچا سکیں گے"—— افسر کے لہجے میں تحکم تھا۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے تو ریاست میں ایسا کبھی نہیں ہوا"—— ڈرائیور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"صبح چھ بجے تک ایمرجنسی نافذ ہے"—— افسر نے جواب دیا اور پھر اس کے اشارے پر سڑک کے درمیان میں موجود رکاوٹ اٹھالی گئی اور دونوں جیپیں تیزی سے رکاوٹ کراس کر گئیں۔

"آخر آپ کا منصوبہ کیا ہے۔ ست پار پہاڑی تو رامانند پہاڑی سے بہت دور ہے"—— پچھلی جیپ میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے قریب بیٹھے ہوئے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم دیکھتے جاؤ فی الحال یہ ایک احمقانہ منصوبہ ہے مگر اس سے زیادہ اور کچھ ہو بھی نہیں سکتا"—— دوسرے نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں گہری سنجیدگی نمایاں تھی۔

"مگر عمران صاحب"—— پہلے نے کہا۔

"خاموش رہو صفدر۔ اس وقت دو لاکھ افراد کی زندگیاں داؤ پر لگی

ہوئی ہیں۔ ایکسٹو نے مجھے بتایا ہے کہ کافرستانی حکومت نے ہماری
حکومت کو چیلنج کر دیا ہے کہ اگر صبح چھ بجے تک انہوں نے غلامی کے
معاہدے پر دستخط نہ کئے تو جوشان شہر کا حشر بھی شکر گڑھ جیسا ہو گا اور
اس وقت بارہ بج گئے ہیں اور صرف چھ گھنٹے باقی رہ گئے ہیں"۔ عمران
نے کہا اور اس کے لہجے میں ایسی غراہٹ تھی کہ جیپ میں موجود افراد
کے دل بے اختیار کانپ اٹھے۔ یہ سب سیکرٹ سروس کے ممبر تھے۔
پہلی جیپ پر البتہ ناٹران اور فیصل بھی موجود تھے۔ ناٹران جیپ چلا رہا
تھا۔ عمران نے مہاراجہ کو اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ ان پر کوئی شبہ
نہیں آئے گا اور اسی بنا پر مہاراجہ نے انہیں اجازت دے دی تھی۔
مہاراجہ بھی حیران تھا کہ آخر ست پار پہاڑی پر جانے سے کیا ہو گا۔
اس سلسلے میں اس نے عمران اور ناٹران کو بھی کریدنے کی کوشش کی
مگر ظاہر ہے عمران سے وہ کیا معلوم کر سکتا تھا۔ وہ تو ناٹران کی وجہ سے
مجبور ہو گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ناٹران اگر چاہے تو دوسری صبح ہی
اس کے اقتدار کا تختہ الٹ سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ اسے ان کی خواہش
پر سر جھکانا پڑ گیا تھا۔ دونوں جیپیں خاصی تیز رفتاری سے ست پار
پہاڑی کی طرف بھاگتی چلی گئیں۔ راستے میں دو چوکیاں اور آئیں مگر
کسی نے ان سے تعرض نہ کیا اور آخرکار دو گھنٹے مسلسل سفر کرنے کے
بعد وہ ست پار پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر جیپیں
رک گئیں اور سب لوگ نیچے اتر آئے۔ ناٹران اور فیصل نے جیپوں
کی سیٹوں کے نیچے سے باکس نکالے اور عمران نے عقابوں کا پنجرہ نیچے

اتار لیا اور پھر وہ سب سامان اٹھائے تیزی سے پہاڑی پر چڑھنے لگے۔
تھوڑی دور اوپر تک تو وہ آسانی سے چڑھتے چلے گئے مگر آگے پہاڑی
کی چڑھائی کچھ اس قسم کی تھی کہ اوپر جانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور
ہو گیا تھا۔ عمران کے کہنے پر باکس کھولے گئے۔ ایک باکس میں سفید
رنگ کے لباس موجود تھے پھر انہوں نے اپنے لباسوں کے اوپر ہی یہ
سفید رنگ کے لباس پہن لئے۔ یہ لباس خصوصی انداز میں تیار کئے
گئے تھے۔ ان میں ہوا بھر جاتی تھی اور اس طرح شدید سردی بھی ان
کے جسموں پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ عمران نے کوہ پیمائی کے
آلات دوسرے باکس سے نکالے اور پھر سب لوگوں نے نائلون کا
مضبوط رسہ اپنے جسموں کے گرد باندھ لیا۔ عمران کے کہنے پر فیصل
جان نے عقابوں کا پنجرہ اور ناٹران اور صفدر نے باکس کمر سے باندھ
لئے اور پھر وہ سب کوہ پیماؤں کے سے انداز میں پہاڑی پر چڑھتے چلے
گئے۔ سب سے آگے عمران تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسلسل کوشش
کے بعد وہ ست پار پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ اس پہاڑی کی بلندی
رامانند پہاڑی سے آدھی سے بھی کم تھی البتہ وہاں سے رامانند پہاڑی
کی چوٹی صاف نظر آ رہی تھی۔ عمران کے اندازے کے مطابق دونوں
چوٹیوں کا درمیانی فاصلہ دس کلومیٹر کے لگ بھگ تھا۔ رامانند سا
کی چوٹی برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ بظاہر وہاں کسی لیبارٹری کے آثار
تک نہ تھے ہر طرف برف ہی برف تھی اور پھر انہوں نے دو لڑاکا
جہازوں کو بھی چوٹی کے اوپر منڈلاتے ہوئے دیکھ لیا۔ عمران نے گھڑی

دیکھی چھ بجنے میں صرف تیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ عمران کے چہرے
پر اس قدر سنجیدگی تھی کہ اس کی جون ہی بدل گئی تھی۔ یوں لگتا تھا
جیسے وہ اس عمران سے قطعی مختلف ہو جو ہر وقت دوسروں کو ہنساتا رہتا
تھا اس کی آنکھوں میں وحشت کے آثار نمایاں تھے۔ چوٹی پر شدید
سردی تھی مگر مخصوص لباس کی وجہ سے انہیں سردی محسوس نہیں ہو
رہی تھی۔ وہ سب حیران تھے کہ عمران آخر کرنا کیا چاہتا ہے۔ جوشان
آپریشن میں صرف آدھا گھنٹہ باقی رہ گیا ہے اور وہ راماند پہاڑی سے
دس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پہاڑی پر کھڑے تھے مگر عمران ان سب
اندیشوں سے بے خبر اپنے ہی کام میں مصروف تھا۔ اس نے جیب میں
ہاتھ ڈال کر ایک چپٹا سا ڈبہ نکالا جس کے اوپر ایک ہک لگا ہوا تھا۔
عمران نے پنجرے میں ہاتھ ڈال کر ایک عقاب کو باہر نکالا اور پھر اس
کے پیر کے ساتھ وہ ڈبہ باندھ دیا۔

"اسے پکڑو ناٹران"۔۔۔۔ عمران نے ناٹران سے کہا اور ناٹران
نے عقاب کو پکڑ کر اپنے ہاتھ پر بٹھا لیا۔ عقاب کی آنکھوں پر غلاف
چڑھا ہوا تھا۔ عمران نے دوسرا عقاب نکالا اور اس کے پیر کے ساتھ
اسی قسم کا ڈبہ باندھ کر اسے فیصل کے حوالے کر دیا۔ اس طرح چند ہی
منٹوں میں آٹھ عقابوں کے پیروں میں آٹھ ڈبے باندھے دیئے گئے اور
سب نے ایک ایک عقاب تھاما ہوا تھا۔ اب عقابوں کا پنجرہ خالی ہو چکا
تھا صرف عمران خالی ہاتھ تھا۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک
پلاسٹک کا بنا ہوا کبوتر نکالا اور اس نے پلاسٹک کے اس کبوتر کی دم میں

موجود سوراخ سے منہ لگایا اور اس میں ہوا بھرنے لگا۔ چند ہی لمحوں
میں پلاسٹک کا بنا ہوا یہ سکڑا ہوا کبوتر پھول کر اصل کبوتر کی مانند ہو
گیا۔ اس نے کبوتر کو ایک پتھر پر رکھ دیا پھر عمران نے ایک باکس نکالا
اور اس میں سے ایک چھوٹی سی مشین نکال کر باہر رکھ دی۔ مشین کے
اوپر سٹیئرنگ نما چکر لگا ہوا تھا۔ مشین پر مختلف ڈائل اور چھوٹے
چھوٹے کئی بلب موجود تھے۔ اس باکس میں سے اس نے چھوٹے
چھوٹے آٹھ کال بیل جیسے بٹن نکالے اور پھر ایک ایک بٹن اس نے
ہر ممبر کی ہتھیلی میں تھما دیا۔ وہ سب حیرت سے یہ سب کھیل دیکھ رہے
تھے۔

"جب میں فائر کا لفظ کہوں اس وقت آپ سب نے یہ بٹن دبا دینے
ہیں۔ اس بات کا خیال رہے کہ سب نے بیک وقت بٹن دبانے ہیں۔
آپ کی معمولی سی دیر تمام کھیل بگاڑ دے گی"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی
سخت لہجے میں ان سب سے مخاطب ہو کر کہا اور سب نے اثبات میں
سر ہلا دیئے۔ عمران نے ایک بار پھر گھڑی دیکھی۔ اب چھ بجنے میں
صرف بیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ عمران نے مشین کا بٹن دبایا تو مشین
میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ چھوٹے چھوٹے کئی بلب جلنے بجھنے لگے اور
پھر عمران نے ایک سرخ رنگ کا بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی اچانک کبوتر
اپنی جگہ سے اچھالا اور پھر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ عمران نے سٹیئرنگ
نما چکر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اسے یوں ادھر ادھر گھمانے لگا
جیسے وہ کار چلا رہا تھا۔ سٹیئرنگ گھومتے ہی مشینی کبوتر کا رخ بدل تا

مشین میں سے گھوں گھوں کی آواز نکل رہی تھی۔ کبوتر کی رفتار حیرت انگیز حد تک تیز تھی اور سٹیرنگ کے ساتھ ہی کبوتر اپنا رخ بدلتا چلا جا رہا تھا۔ اب اس کا رخ رامانند پہاڑی کی طرف تھا۔ کبوتر تقریباً تین کلومیٹر دور نکل گیا تھا۔

"عقابوں کی آنکھوں سے غلاف ہٹا کر انہیں فضا میں اڑا دو"۔۔۔۔ عمران نے چیخ کر سب ممبروں سے کہا۔ سب ممبروں نے پھرتی سے عقابوں کی آنکھوں سے غلاف اتارے اور انہیں ایک جھٹکے سے فضا میں چھوڑ دیا۔ عقاب ڈبوں سمیت فضا میں اڑے اور پھر وہ سب تیزی سے اس کبوتر کی طرف بڑھنے لگے جو خاصی تیز رفتاری سے رامانند پہاڑی کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔ عقابوں کی رفتار مشینی کبوتر سے کہیں زیادہ تھی اور وہ انتہائی تیزی سے کبوتر کا پیچھا کر رہے تھے۔ عمران بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا اور سب ممبر ہاتھوں میں بٹن پکڑے حیرت سے منہ کھولے یہ سب تماشہ دیکھ رہے تھے۔ عجیب و غریب تماشہ جو شاید ان کی زندگی کا حیرت انگیز تماشہ تھا۔ وہ سب سوچ رہے تھے کہ نجانے اس تماشے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اس تماشے پر دو لاکھ افراد کی زندگیوں کا دارومدار تھا۔ اب چھ بجنے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے اور مشینی کبوتر رامانند پہاڑی کے قریب ہوتا چلا جا رہا تھا جبکہ اس کا پیچھا کرنے والے عقاب بھی اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ پھر جب چھ بجنے میں صرف تین منٹ باقی رہ گئے تو کبوتر رامانند پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ عمران نے سٹیرنگ کے ساتھ والے ایک ہینڈل کو

تیزی سے نیچے کی طرف جھٹکا دیا اور کبوتر نے غوطہ کھایا اور وہ پہاڑی کی چوٹی پر اترتا چلا گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کبوتر پہاڑی کی چوٹی پر اتر گیا۔ اب عقاب بھی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے۔ جیسے ہی کبوتر نے غوطہ لگایا عقاب بھی اس کے پیچھے جھپٹے اور انہوں نے بھی غوطہ لگایا اور پھر جیسے ہی عقابوں کے پنجوں میں لٹکے ہوئے ڈبوں نے پہاڑی پر موجود برف کو چھوا عمران چیخ پڑا "فائر" اور اس کی آواز گونجتے ہی سب ممبروں نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بٹن دبا دیئے۔ دوسرے لمحے رامانند پہاڑی پر آٹھ شعلے سے چمکے اور پھر آٹھ ہی خوفناک دھماکے ہوئے۔ یہ دھماکے اتنے خوفناک تھے کہ دس کلومیٹر دور ست پار پہاڑی پر کھڑے ہوئے ممبر بھی لڑکھڑا کر رہ گئے۔ اس وقت چھ بجنے میں صرف ایک منٹ باقی رہ گیا تھا۔

لیبارٹری میں اس وقت موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہر شخص خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ گزرتا ہوا ہر لمحہ اپنے اندر ایک نئی سنسنی لئے ہوئے تھا۔ چھ بجنے میں پندرہ منٹ تھے کہ لیبارٹری میں موجود ٹرانسیٹر میں سے سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔ سیٹی کی آواز لیبارٹری کے ساکت ماحول میں بم کی طرح پھٹی اور وہ سب چونک پڑے۔ ایک افسر نے چونک کر ٹرانسیٹر کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سیٹی کی آواز آنی بند ہو گئی اور اب اس کی جگہ ایک کرخت مردانہ آواز گونجنے لگی۔

"ہیلو ہیلو۔ رامانند لیبارٹری۔ بھوشان کالنگ یو۔ اوور"۔

"یس۔ رامانند لیبارٹری۔ چیف سیکرٹری ڈیفنس سپیکنگ۔ اوور"۔ بٹن دبانے والے نے باوقار لہجے میں جواب دیا۔

"کیا آپریشن کی سب تیاریاں مکمل ہیں۔ اوور"۔۔۔۔ سائنس ریسرچ کونسل کے صدر بھوشان کی آواز ہال میں گونج اٹھی۔

"جی ہاں تمام تیاریاں مکمل ہیں۔ پروفیسر مارٹن نے آخری چیکنگ کر لی ہے اور سب کچھ او کے ہے۔ اوور"۔۔۔۔ چیف سیکرٹری ڈیفنس نے جواب دیا۔

"پاکیشیا نے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے اس لئے ٹھیک چھ بجے جوشان آپریشن مکمل کر دیا جائے۔ وزیراعظم کا خصوصی حکم ہے۔ اوور"۔۔۔۔ بھوشان نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"او کے۔ ٹھیک چھ بجے پروفیسر مارٹن مشین کا بٹن دبا دے گا۔ اوور"۔۔۔۔ چیف سیکرٹری نے بھی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایک بار پھر یاد رکھیں ٹھیک چھ بجے ہم پاکیشیا کو عبرت ناک سبق دینا چاہتے ہیں۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ بھوشان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسیٹر خاموش ہو گیا۔

"دو لاکھ افراد کی قسمتوں پر مہر لگ گئی"۔۔۔۔ چیف سیکرٹری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یقیناً اب کوئی طاقت انہیں موت سے نہیں بچا سکتی"۔ پروفیسر مارٹن نے جواب دیا۔ اس کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔ آپریشن کی اجازت کی خبر سن کر پروفیسر مارٹن کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ اسے اب تک صرف یہی خطرہ تھا کہ کہیں پاکیشیا معاہدے پر دستخط نہ کر دے اور اس طرح انہیں آپریشن کینسل کرنا پڑے گا اور پروفیسر کی حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔ جب چھ بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے

تو سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہال پر گہرا سکوت طاری تھا۔ پروفیسر مارٹن نے مشین پر موجود غلاف ہٹا دیا اور پھر اس نے آخری بار چیکنگ شروع کر دی۔ وہ بڑے غور سے ایک ایک ڈائل کو دیکھ رہا تھا جس پر مختلف ہندسے لکھے ہوئے تھے اور ایک سبز رنگ کی سوئی ایک ہندسے پر جمی ہوئی تھی۔ سرخ رنگ کی ایک سوئی ایک طرف موجود تھی۔ یہ جوشان ٹارگٹ تھا۔ پروفیسر مارٹن کے ہینڈل کو چکر دیتے ہی سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے سبز رنگ کی سوئی کی طرف بڑھتی اور پھر جیسے ہی دونوں سوئیاں ایک دوسرے کے اوپر آتیں آپریشن مکمل ہو جاتا۔ مشین سے نکلنے والی آواز کی طاقتور ترین لہریں چند لمحوں میں ٹارگٹ پر پہنچ جاتی اور پلک جھپکنے میں وہاں کی ہر چیز تباہ ہو جاتی۔ چھ بجنے میں صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے کہ پروفیسر نے ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور مشین پر موجود سینکڑوں مختلف رنگوں کے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ ایک ڈائل پر جو آواز کی لہروں کی طاقت ظاہر کرتا تھا سرخ رنگ کی سوئی آخری ہندسے پر تھرتھرا رہی تھی۔ چیف سیکرٹری ڈیفنس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ کی سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے حرکت کرتی ہوئی بارہ کے ہندسے کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ جب یہ سوئی ایک اور چکر لگا کر دوبارہ بارہ کے ہندسے پر پہنچی تو پروفیسر نے ہینڈل کو چکر دے دینا تھا۔ پروفیسر مارٹن نے اپنا ہاتھ ہینڈل پر رکھ دیا۔ اس ہینڈل کو چکر دیتے ہی آپریشن جوشان مکمل ہو جانا تھا۔ خاموش چیخوں نے دو لاکھ

افراد کو موت کی نیند سلا دینا تھا۔ پروفیسر مارٹن کے ہاتھ میں ہلکی سی لرزش تھی۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس وقت اس کے ہاتھ میں دو لاکھ افراد کی زندگیاں تڑپ رہی ہیں اور پھر صرف اور صرف ایک منٹ باقی رہ گیا اور سیکنڈ کی سوئی بارہ کا ہندسہ کراس کر گئی۔ اب صرف اس سوئی کا ایک چکر باقی تھا۔ پھر جیسے ہی سوئی پانچ سیکنڈ آگے بڑھی اچانک ان سب کے سروں پر ہولناک دھماکے ہوئے۔ خوفناک دھماکے۔ ایسی چیخیں جو خاموش چیخیں نہیں تھیں اور پھر پلک جھپکنے میں پوری لیبارٹری بھک سے اڑ گئی۔ لیبارٹری میں موجود تمام افراد کے جسم ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر لیبارٹری کے ملبے میں مل گئے۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ پروفیسر مارٹن کو اتنی مہلت بھی نہ مل سکی کہ وہ ہینڈل کو چکر دے سکتا۔ پوری لیبارٹری فضا میں اڑتی چلی گئی اور پھر ہر طرف برف ہی برف پھیل گئی۔ پروفیسر مارٹن کی ہولناک مشین سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی اور برف کے ساتھ اڑتی چلی گئی۔ وہ سب دو لاکھ افراد کی ہلاکت کی حسرت دلوں میں لئے خود ہی موت کے گہرے اندھیروں میں ڈوب گئے اور خاموش چیخیں واقعی خاموش ہو کر رہ گئیں۔

ختم شد